5/-

ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ

ایمان اور کفر

قرآن کی روشنی میں

مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مدظلہ

ادارۃ المعارف۔ کراچی ۱۴

وَمَن یَکفُر بِالاِیمَانِ فَقَد حَبِطَ عَمَلُہٗ

ایمان اور کفر

قرآن کی روشنی میں

مصنفہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم

ایمان اور کفر کی حقیقت، اسلام اور مسلمان
کی تعریف اور متعلقہ مباحث کی تحقیق

ناشر

ادارۃ المعارف ڈاکخانہ دار العلوم کراچی ۱۴

مصنّف :- مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

ناشر :- ادارۃ المعارف دار العلوم کراچی ۱۴

کتابت :- مظہر علی صدیقی

پریس :- مشہور آفسٹ پریس

باردوم :- سنہ ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۲ء

قیمت :-

ملنے کے پتے

۱- ادارۃ المعارف ڈاکخانہ دار العلوم کراچی ۱۴

۲- دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ بندر روڈ کراچی

۳- ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی لاہور

۴- مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ
خصوصًا علیٰ سیدنا محمد المصطفیٰ ومن یہتدیہ اھتدیٰ

ایمان، اسلام، کفر کے الفاظ جتنے ہر طبقہ میں متعارف ہیں کہ ہر فرقے کے ان پڑھ جاہل تک ان کو جانتے ہیں اتنا ہی ان کی جامع مانع تعریف کرنا دشوار بھی ہے۔ اور یہ صرف کفر و ایمان کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عام متعارف اور زبان زد الفاظ جن کے معانی سمجھنے میں کسی بچہ کو بھی کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا جیسے ٹوپی، کرتہ، پاجامہ، جوتہ، مکان، میز، کرسی، لوٹا، گلاس وغیرہ لیکن اگر انہیں الفاظ میں سے کسی لفظ کی جامع مانع تعریف کا سوال پیدا ہو تو بڑے سے بڑا ماہر چکرائے گا اور پورے غور و فکر کے بعد بھی جو تعریف کرے گا اُس میں یہ خطرہ رہے گا کہ شاید اس کے مفہوم کے بعض افراد رہ گئے ہوں یا غیر مفہوم کے افراد اس میں داخل ہو گئے ہوں۔

علماء سلف، مفسرین، محدثین، فقہا و متکلمین نے ایمان و اسلام کی مکمل تعریف پھر کفر کی تعریف اور اس کے اقساط پر طویل مباحث اور مستقل رسالے لکھے ہیں۔ اس آخری دور میں مخزن علوم اسلامیہ سند العلماء استاذ الاساتذہ سیدی واستاذی حضرت العلامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ سابق صدر المدرسین دار العلوم دیو بند نے اس موضوع پر ایک نہایت مکمل اور مفصل کتاب بنام، اکفار الملحدین، تصنیف فرمائی ہے۔ سبب تصنیف یہ تھا کہ

کفر کی ایک خاص قسم جس کو زندقہ یا الحاد کہتے ہیں اور یہی اس زمانہ کا کفر نفاق ہے اس کو اسلام و ایمان سے ممتاز کرنا اور مسلمان اور زندیق میں فرق کرنا ہمیشہ غور طلب مسئلہ رہا ہے اور اس زمانہ میں علوم قرآن وحدیث سے عام ناواقفیت کی بنا پر یہ اور بھی مشکل ہو گیا ملحدین اور زنادقہ کی بن آئی کہ اسلام کے بھیس میں بدترین کفر کی تبلیغ کرتے رہیں اور مسلم معاشرہ کا جزء بنے رہیں اور مسلمانوں کے مار آستین بن کر ان کو ڈستے رہیں۔ بہت سے نیک دل مسلمان بھی اس فتنہ کے شکار ہونے لگے کہ جو شخص بھی اپنے آپ کو مسلمان کہے اس کو مسلمان سمجھنا چاہیئے خواہ وہ عقائد و اعمال کچھ بھی رکھتا ہو۔ اور آج کل کی عرف میں اس کو سیاسی دانشمندی سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اسلام کسی حقیقت یا عقیدہ و نظریہ کا نام نہیں بلکہ ایک بے معنی لفظ ہے جس کا جی چاہے اپنے عقائد اپنے خیالات اپنے اعمال پر قائم رہتے ہوئے مسلمان ہو سکتا ہے۔ اسلام اس پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتا۔

اس فتنہ کے ہولناک نتائج اسلام اور مسلمانوں کے لئے جس قدر تباہ کن تھے وہ محتاج بیان نہیں اس لئے کفر کی اس قسم کو جو اسلام کے لباس اور اسلام کے دعویٰ کے ساتھ عمل میں آتی ہے پوری طرح واضح کرنا وقت کا ایک اہم مسئلہ بن گیا۔

خصوصًا اس معاملہ میں دو چیزیں ایسی تھیں کہ ان میں عوام سے گذر بعض خواص اہل علم بھی اشتباہ میں پڑ سکتے ہیں۔

(الف) عام طور پر فقہاء و علماء کی تصریحات موجود ہیں کہ جو شخص

کسی عقیدہ کفریہ کا قائل ہو مگر صاف طور پر نہیں بلکہ تاویل کے ساتھ قائل ہو اس کو کافر نہ کہا جائے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو شخص بھی دعوائے اسلام کے ساتھ کسی کافرانہ عقیدہ وقول کو اختیار کرتا ہے تو کسی نہ کسی تاویل کی آڑ لے کر ہی اختیار کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ پھر وہی نکلتا ہے کہ کسی مدعی اسلام کو کافر کہنا جائز نہ ہو، حالانکہ نصوص وقرآن وحدیث اس کے خلاف شاہد ہیں اس لئے ضرورت تھی کہ فقہا و متکلمین کے اس متفقہ اصول کی وضاحت کی جائے کہ تاویل کے ساتھ کسی عقیدہ کفریہ کا قائل ہونا موجب کفر نہیں۔

(ب) یہ مسئلہ بھی ایک صحیح وصریح حدیث سے ثابت اور علماء وفقہاء کے نزدیک مسلمہ ہے کہ کسی اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جائے۔ اس کا نتیجہ بھی بظاہر یہی نکلتا ہے کہ جو مدعی اسلام کعبہ کو اپنا قبلہ قرار دے پھر خواہ وہ اللہ اور رسول کے بارے میں کیسے ہی غلط عقائد رکھتا ہو اور توہین کرتا ہو اس کو کافر نہ کہا جائے۔

یہ دونوں شبہات چونکہ علمی رنگ کے ہیں اس لئے اور بھی ضروری ہوا کہ ان کی اصل حقیقت کو واضح کیا جائے اس لئے حضرۃ الاستاذ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور ایسی بے نظیر کتاب تصنیف فرمائی کہ اس سے پہلے کوئی کتاب اتنی جامع نظر نہیں آئی۔

مگر اس کے ساتھ ہی اول تو یہ کتاب عربی زبان میں ہے دوسرے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی اس رفعت علمی کی آئینہ دار ہے جس تک پہنچنے کے لئے خود ایک بڑا علم درکار ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عوام تو اس کے استفادہ سے محروم تھے ہی روز بروز استعداد علمی کے تناقص نے اکثر اہل علم کو بھی محروم کردیا

اس تصنیف کے شائع ہونے کے بعد ہی سے بہت سے حضرات کا مطالبہ تھا کہ اس کے مضامین کو آسان ترتیب کے ساتھ سلیس اردو میں لکھا جائے بہت سے دوستوں نے احقر کو بھی اس ضرورت کی طرف توجہ دلائی اور خود بھی اس کی ضرورت کا احساس پہلے سے تھا۔

لیکن بحکم قضاء وقدر یہ کام آج تک تعویق میں پڑا رہا۔ اب جبکہ پاکستان میں قادیانی فتنہ نے نیا جنم لیا* اور کفر و اسلام میں تلبیس کرنے والے پرانے شکاری نئے جال لے کر میدان میں آئے تو یہ مسئلہ اسلامیان پاکستان کے لئے پھر از سر نو معرکہ بحث بن گیا۔ اس وقت ضرورت کا احساس دوچند ہو گیا اور بنام خدا تعالیٰ زیر نظر اوراق کی کتابت شروع کی۔

اس میں استاذ محترم کے تمام مواد بحث اور تحقیقات کو پورا لے لیا گیا ہے مگر ترتیب و بیان سب اس ناکارہ کا ہے۔ اور استاذ محترم کا روئے سخن چونکہ ایک خاص فتنہ اور خاص اعتراضات کے جواب کی طرف تھا اس لئے اسلام و ایمان یا کفر اور اس کی اقسام کی پوری تحقیق اس کتاب میں نہ تھی اس کا احقر نے اضافہ کیا اور کسی خاص فرقہ کے عقائد و خیالات کو مدار بحث بنائے بغیر عمومی اور کلی طور پر مسئلہ کفر و اسلام کو واضح کرنے کی کوشش کی اور اب الحمد للہ یہ کتاب مسئلہ کفر و اسلام کی تمام ضروری مباحث پر حاوی اور ازالہ شبہات کے کافی ہو گئی ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ ولی التوفیق وہو بہ حقیق۔

بنا پاکستان کے وقت مسئلہ کفر و اسلام کے ساتھ ایک اور بحث کا دروازہ کھلا کہ دنیا میں قوموں کی تقسیم و تفریق نسل و وطن اور رنگ و لسان

---

* اور پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں مسلمان اور کافر اور اسلام اور کفر کی تعریف کے متعلق سوالات کئے گئے۔ ۱۲ منہ

کی بنیاد پر ہے یا مذہب یعنی کفر و اسلام کی بنیاد پر۔ پھر بنار پاکستان کے بعد بھی یہ بحث مختلف صورتوں سے سامنے آتی رہی اس لئے شروع میں اس مسئلہ پر بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک مختصر جامع شذرہ لکھا گیا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ٥

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

مقیم کراچی۔ بمقام لاہور

جمادی الاول ۱۳۷۳ھ

جنوری ۱۹۵۴ء

مقدمہ

ایک قوم کو دوسری قوم سے جدا کرنیوالے اصول

تمام انسان اصل میں ایک قوم اور ایک ملّت تھی، ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہوئے تھے اور انسانیت کے ابتدائی دور میں سب کے نظریات وعقائد اور معاشی ومعاشرتی اصول بھی ایک ہی تھے۔ سب ایک خدا کو ماننے والے اور اس کے احکام کو جو بذریعہ رسول ان تک پہنچے واجب الاتباع سمجھنے والے تھے۔ پھر جوں جوں ان کے افراد دنیا میں پھیلتے گئے اور ایک دوسرے سے دوری ہوتی گئی اور بڑھتے بڑھتے یہ دوری مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال تک پوری زمین کے اطراف پر حاوی ہوگئی تو معاشی اور معاشرتی اصول میں فرق پڑا۔ بول چال میں اختلاف آیا۔ زبانیں مختلف ہوگئیں اسی کے ساتھ عقائد ونظریات بھی متاثر ہوئے۔ خدا پرستی کی جگہ مخلوق پرستی کا دروازہ کھلا اور خدا کی مخلوق مختلف اقوام میں بٹ گئی اور قومیتوں کی جنگ شروع ہوگئی۔ اقوام کے باہمی تنازع کے ساتھ تعاون وتناصر کی ضرورت پیش آئی تو مختلف گروہوں نے مختلف اصول پر اپنے اپنے اعوان وانصار بنائے شروع میں آبادی کی چار سمت مشرق، مغرب، جنوب اور شمال کے اصول پر دنیا میں چار قومیں سمجھی گئیں پھر زمین کی سات اقلیموں کی بنیاد پر سات قومیں مانی گئیں (ملل ونحل

شہرستانی صفحہ۲) پھر کسی نے نسل و نسب کے بنیاد پر اپنی قوم کو یکجا کر کے دوسرے قبائل و انساب کے مقابلہ پر نبرد آزما کر دیا۔ کسی نے جغرافیائی اور وطنی یا لسانی بنیادوں پر لوگوں کو اپنی قوم بنالیا اور جو ان بنیادوں میں ان سے مختلف تھے ان کو جدا گانہ اور حریف قوم قرار دیا۔ کسی نے نظریات و عقائد کو قومیت کی بنیاد بنا کر مخلوق پرستوں کو ایک قوم بنایا اور خالص خدا پرستوں کو حریف قوم قرار دیا۔ ع

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی صلاح و فلاح کے لئے ہر قرن میں اور ہر امت میں اپنے انبیاء بھیجے۔

وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر (قرآن)	ہر ایک امت میں ہماری طرف سے کوئی ڈرانے والا ہو گذرا ہے

ان سب انبیاء کی ایک ہی تعلیم تھی کہ یہ خود ساختہ اختلافات ختم کر کے پھر ملت واحدہ بن جاؤ۔ مخلوق پرستی کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کی پرستش کرو۔ نسلی، جغرافیائی اور لسانی امتیازات کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیاں اور صرف معاشرت میں سہولت پیدا کرنے کے اسباب اور نعمتیں سمجھو ان کو قومی تفرقہ کی بنیادیں نہ بناؤ۔ جس کو کچھ ماننے والوں نے مانا اور بدبختوں نے انکار و مقابلہ کی راہ اختیار کی جس سے کفر و اسلام کی جنگ چھڑ گئی۔

ہمارے رسول خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمام انبیاء کی سنت کے مطابق یہی پیغام لائے اور سب سے زیادہ موثر طریقہ پر اس کو پھیلایا۔ قرآن نے ایک طرف تو نسلی، وطنی اور لسانی امتیازات کو آیات قدرت اور نعمائے الہیہ کہہ کر

ان کا صحیح مقام بتلایا کہ وہ معاشرت میں سہولت پیدا کرنے کے اسباب ہیں قومیتوں کی بنیادیں نہیں ہیں۔ ملاحظہ ہوں ارشادات قرآنی :۔

(۱) ومن آیاتہ خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذلک لآیات للعلمین۔ (روم پ ۲۱)

اور اس کی نشانیوں میں سے زمین وآسمان کا پیدا کرنا ہے اور تمہاری بولیوں اور رنگوں کا مختلف ہونا بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں جہاں والوں کیلئے

(۲) جعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا

ہم نے تمہیں شاخوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم پہچانے جاؤ۔

اور دوسری طرف قدیم وحدت کو از سرِ نو قائم کرنے کی دعوت دی آیت مذکورہ بالا سے پہلے ارشاد ہوا۔

یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ الخ

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی ماں باپ کے جوڑے سے پیدا کیا۔

خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا (نساء)

تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس جوڑے کو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر عمر میں حجۃ الوداع کا خطبہ دیتے ہوئے جہاں اسلامی دستور کے اور بنیادی اصول بتلائے وہیں یہ بھی ارشاد فرمایا۔

ایھا الناس ربکم واحد لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود

اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے، عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، اسی طرح کسی

ولا لاسود علی احمر الا بالتقویٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم	گورے کو کالے اور کالے کو گورے پر کوئی تفوق حاصل نہیں۔ مگر تقویٰ کی وجہ سے، بے شک تم میں سب سے زیادہ مکرم اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔

الغرض اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا خلاصہ یہ تھا کہ فرقہ وارانہ اور صوبجاتی اختلافات کی دلدل میں پھنسی ہوئی دنیا کو پھر ایک صحیح متحدہ قومیت کی طرف لائیں جو ان کے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کی میراث تھی اس کے لئے دو طریق اختیار کئے گئے۔

اول :۔ قومیتوں کی تقسیم و تفریق کی جو غلط بنیادیں نسلی، لسانی اور وطنی اصول پر لوگوں نے بنالی تھیں ان کو یکسر باطل قرار دیا۔ کیوں کہ اگر بنیادوں پر قوموں کی تقسیم اور انسانیت کا تفرقہ تسلیم کر لیا جائے تو اولاً تو یہ خلاف عقل ہے کہ کسی زمین یا کسی خاندان میں پیدا ہونے کی غیر اختیاری اور ضعیف وجہ سے کوئی شخص قومی اور اجتماعی معاملات میں دوسروں سے علیٰحدہ قوم سمجھا جائے ثانیاً اگر انسان کی متحدہ قومیت میں اس کے تفرقے قبول کر لئے جائیں تو ان کو کسی وقت اور کسی حال میں مٹایا نہیں جاسکتا، جو شخص عرب یا عجم کے کسی خاندان میں پیدا ہو چکا ہے اب اس کے اختیار میں نہیں کہ دوسرے خاندان میں پیدا ہو جائے۔ اسی طرح جو ایشیا میں پیدا ہوا وہ یورپ میں دوبارہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ الغرض یہ جغرافیائی وطنی، لسانی اور نسلی تفرقے بہت سے حکمتوں پر مبنی ہیں ان کا مٹانا نہ کسی کے اختیار

میں ہے اور نہ کسی عقلمند کو ان کے مٹانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ان امتیازات کی حد اور ان کا صحیح مقام پہچاننا چاہیے کہ ان کی غرض صرف معاشی و معاشرتی سہولتیں ہیں اور بس قومیتوں کی جدائی کا ان سے کوئی تعلق نہیں،

دوسرا طریقہ: دعوت اتحاد کا یہ تھا کہ نظریات وعقائد کی بنار پر قومیت کی تفریق کا اصول تو تسلیم ہے کہ خدا کے ماننے والے اس کے منکروں کے ساتھ مل کر ایک قوم نہیں ہو سکتے۔ بلاشبہ جو لوگ خدا اور اس کے رسولوں کے منکر ہوں گے وہ ماننے والوں سے علیحدہ دوسری ملت اور قوم قرار دیئے جائیں گے۔ قرآن نے اسی اصول کی بنار پر فرمایا:۔

خلقکم فمنکم کافر و منکم مومن	اس نے تم کو پیدا کیا سو تم میں سے بعض کافر ہیں اور بعض مومن۔

نیز ارشاد ہوا:۔

انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا واما کفورا۔	ہم نے بلاشبہ انسان کو راہ بتادی خواہ وہ شکر گزار بنے یا ناشکرا۔

اور ایک جگہ اسی نظریاتی اور عقائد کے اختلافات کی بنار پر ایک گروہ کو حزب اللہ اور دوسرے کو حزب الشیطان کا لقب دیا۔

الغرض عقائد و نظریات کے اختلاف کو قوموں کے تفرقہ کا سبب اصولی طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ پھر اس تفریق کو مٹانے کے لئے خدا پرستی کے اصول صحیحہ اور عقائد حقہ کی اشاعت و تبلیغ اور مخلوق پرستی یا انکار خدا اور رسول جیسے عقائد باطلہ کے مقاصد اور ان کی دنیوی و اخروی تباہ کاری کو بیان کر کے خلق خدا کو ان

سے بچانے کی تدبیریں اختیار کیں اور نصیحت و ہمدردی کا کوئی پہلو اُٹھا نہیں رکھا جس کے ذریعہ ناعاقبت اندیش انسانوں کو تباہی کی طرف جانے والے راستہ سے روکا نہ گیا ہو۔

لیکن بہت سے بدنصیب اور بے بصیرت انسانوں نے اس ہمدردی کو دشمنی سمجھا اور عداوت و پیکار پر آمادہ ہو گئے۔ جس کے نتیجے میں کفر و اسلام کی جنگ چھڑ گئی۔ اب اگر کوئی شخص اس جنگ کو ختم کرنا چاہے تو اس کے دو ہی راستے ہیں ایک یہ کہ خدا پرست اہل حق اپنے نظریہ کو چھوڑ کر منکروں اور کافروں کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور خدا کی مخلوق کو منکرین خدا کے حوالہ کر دیں یعنی دوسرے لفظوں میں شفیق ڈاکٹر بیمار کی غلط روش سے عاجز آ کر اپنے ہاتھ سے اس کو زہر پلا دے۔

یا پھر صورت یہ ہے کہ غلط کار منکرینِ خدا و رسول اپنی روش سے باز آجائیں ان دونوں طریق میں سے پہلا طریق تو معقول نہیں اور دوسرا اپنے اختیار میں نہیں اس لئے یہ کفر و اسلام کا اختلاف اس وقت تک جاری رہنا ناگزیر ہے جب تک کہ منکرینِ خدا و رسول یا ہوش میں آجائیں یا ختم ہو جائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کی اصل دعوت حقیقت میں ایک اصلی اور صحیح متحدہ قومیت کی ہے جو وطنی اور لسانی بنیادوں پر نہیں بلکہ اصول صحیحہ اور عقائد حقہ پر مبنی ہو جس میں خدا اور اس کے رسولوں کی مخالفت کا گذر نہ ہو۔ اس لئے جو لوگ اس متحدہ قومیت کے منشور سے جدا ہو گئے وہ جدا قوم اور جدا ملت کہلائے، یہیں سے دو قومی نظریہ پیدا ہو گیا جس نے پاکستان بنوایا۔

ہندوستان میں جنگ آزادی کا سلسلہ ایک زمانہ سے جاری تھا مگر اس کے بعض علمبرداروں نے نور و ظلمت کے متضاد عناصر یعنی کفر و اسلام سے مرکب ایک غلط متحدہ قومیت کا نامعقول اور ناقابل عمل نظریہ بنا رکھا تھا۔ چند علمائے ربانی اس نظریہ کی عین گرما گرمی کے وقت بھی مسلمانوں کو ہمیشہ اسی دو قومی نظریہ کی طرف رہنمائی فرماتے رہے مگر اس وقت یہ آواز نہ سنی گئی۔ اور بالآخر جنگ آزادی کی بیل اسی وقت منڈھے چڑھی جبکہ مسلمانوں کی ایک جماعت اس صحیح دو قومی (ٹونیشن) نظریہ کی قائل ہو کر اور اسی کو بنیاد قرار دے کر میدان عمل میں اتر آئی۔

پاکستان کے ہر باشندہ بلکہ دنیا کے سب مسلمانوں کو حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور قائد اعظم اور ان کے رفقاء کار میں سے شیخ الاسلام حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہمیشہ شکر گزار رہنا چاہیئے جنھوں نے مسلمانوں کو صحیح راہ دکھائی اور اس کے نتیجہ میں حق تعالیٰ نے ان کو ایک آزاد و خود مختار سلطنت بخشی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک قوم کو دوسری قوم سے جُدا کرنے کے اسباب دنیا میں مختلف سمجھے گئے تھے لیکن اسلام نے اپنی تعلیمات سے واضح کر دیا کہ قوموں کی تفریق و تقسیم صرف ایک ہی اصول، یعنی خدا کو ماننے یا نہ ماننے کی بنیاد پر ہو سکتی ہے جس کا نام اسلام اور کفر ہے۔ دوسری کوئی چیز ایسی نہیں جو انسانیت کے ٹکڑے کر کے ان کو مختلف گروہوں بانٹ دے۔ مقدمہ ختم ہوا اب اس رسالہ کا اصل مقصد شروع کیا جاتا ہے۔ وَاللہ الموفق والمعین

ایمان اور کفر کی تعریف

یہ ظاہر ہے کہ خدا کو ماننا اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا نام ہے اور اور نہ ماننا نافرمانی کا۔ پھر خدا کی فرمانبرداری یعنی " اس کی پسند و ناپسند کو پہچان کر پسندیدہ چیزوں کو اختیار کرنا اور ناپسندیدہ سے بچنا " اس دنیا میں بغیر اس کے عادۃً ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پیغام لانے والا رسول آئے جو اس کی پسند و ناپسند کو ممتاز کر کے بتلا دے کیوں کہ انسان محض اپنی عقل سے تو اپنے باپ بھائی اور بیٹے اور دوست کی پسند و ناپسند کو بھی ممتاز نہیں کر سکتا جبتک کہ خود اس کے کلام یا طرز عمل سے اسکا اظہار نہ ہو جائے تو پھر حق تعالیٰ جس کی ذات انسان کے ادراک اور دسترس سے بالاتر ہے اس کی پسند و ناپسند کا ادراک انسان محض اپنی عقل سے کیسے کر سکتا ہے۔ یہی حکمت ہے انبیاء علیہم السّلام کے دنیا میں بھیجنے کی۔

الغرض اس دنیا میں خدا کے ماننے کا صرف ایک طریق ہے کہ اس کے رسول کی لائی ہوئی ہدایات کو دل اور زبان سے تسلیم کرے اسی کا نام اسلام ہے، اور اس کی ہدایات کو تسلیم نہ کرنے کا ہی نام کفر ہے۔

مذہب کا سب سے بڑا بنیادی مسئلہ ایمان و کفر ہے اس لئے قرآن کریم نے اپنی سب سے پہلی سورۃ (بقرہ) کی سب سے پہلی آیات میں اسی مضمون کو بیان فرمایا بلکہ پورے عالم کو تین گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ مومن، کافر اور منافق، سورہ بقرہ کی ابتدائی چار آیتیں مومنین کی شان میں اور بعد کی دو آیتیں کفار کے بارے میں آئی ہیں اور اس کے بعد تیرہ آیتیں منافقین کے حال میں ہیں۔

یہ تین گروہ حقیقت میں دو ہی ہیں کیونکہ کافر اور منافق اصل میں ایک ہی گروہ ہے لیکن منافقین کی ظاہری صورت عام کفار سے مختلف ہونے کی بنا پر ان کا بیان علیحدہ کیا گیا۔ چونکہ کفار کا یہ گروہ اسلام اور مسلمانوں کے لیئے زیادہ خطرناک اور اشد ہے اس لئے اس کے حالات کا بیان زیادہ تفصیل سے تیرہ آیتوں میں کیا گیا۔ یہ پوری انیس آیتیں ہو گئیں ان میں سے چند مع ترجمہ درج ذیل ھیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) الٓمٓ ۝ ذالک الکتب لاریب فیہ ھدی للمتقین ۝ الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون ۝ والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلکم بالاخرۃ ھم یوقنون ۝ اولٓئک علیٰ ھدی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون ۝

یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ راہ بتانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو وہ خدا سے ڈرنے والے لوگ ایسے ہیں جو یقین لاتے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ ایسے ہیں جو یقین رکھتے ہیں اس وحی پر جو آپ کی طرف اتاری گئی اور اس وحی پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئی اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں بس یہ لوگ

ہیں ٹھیک راہ پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے اور یہ لوگ ہیں پورے کامیاب۔

(۲) ان الذین کفروا سواءٌ علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لایؤمنون ○ ختم اللہ علیٰ قلوبہم وعلیٰ سمعہم وعلیٰ ابصارہم غشاوۃٌ ولہم عذابٌ عظیم ○

بیشک جو لوگ کافر ہو چکے ہیں برابر ہے ان کے حق میں برابر ہے خواہ اب ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے۔ بند لگا دیا اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے سزا بڑی ہے۔

(۳) ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ہم بمؤمنین ○

اور لوگوں میں بعض ایسے جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن پر حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں۔

المفلحون تک چار آیتوں میں مومنین کا بیان ہے اور اس کے بعد عذاب عظیم تک کفار کا اور اس کے بعد ومن الناس سے منافقین کا بیان شروع ہوا ہے اور اس کے ضمن میں ایمان وکفر اور مومنین وکافر اور منافق کی تعریف بھی آگئی۔ ابتدائی چار آیتیں جو مومنین کے بارہ میں آئی ہیں ان میں اولاً مومن

اور ایمان کا اجمالی ذکر کیا گیا الذین یومنون بالغیب یعنی وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں ترجمان القرآن ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غیب سے اس جگہ وہ تمام اعتقادیات مراد ہیں جو انسان کی نظر و مشاہدہ سے غائب ہیں جیسے فرشتے، قیامت، جنت، دوزخ، پل صراط اور میزان عدل وغیرہ۔

(تفسیر ابن کثیر و خازن وغیرہ)

اس اجمال میں لفظ بالغیب لانے سے اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ ان کا ایمان حاضر و غائب یکساں ہے ان کے مقابل فریق منافقین کی طرح نہیں جس کا حال اگلی آیات میں یہ بیان ہوا ہے کہ واذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا واذا خلوا الی شیطینہم قالوا انا معکم۔ یعنی جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب کفار کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

اس ایمان اجمالی کی تفصیل بعد کی تیسری آیت میں مکمل تعریف کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے الذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ہم یوقنون۔ یعنی وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب اور شریعت پر بھی ایمان لائے اور آپ سے پہلے انبیاء پر نازل شدہ وحی اور شریعت پر بھی۔ اور وہ آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں۔

ایمان کا سب سے پہلا جزء جو اللہ پر ایمان لانا ہے اس کو صراحۃً ذکر کرنے کی اس لئے ضرورت نہ سمجھی گئی کہ جب اللہ پر ہی کسی کا ایمان نہ ہو تو اس کے کسی رسول یا وحی پر ایمان لانے کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے اور اسی سورۃ

کے ختم پر جب مکرر ایمان کے مفہوم کی تشریح فرمائی گئی تو وہاں ایمان باللہ کو صریح ان لفظوں میں ذکر بھی کر دیا گیا۔ امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل آمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ لانفرق بین احد من رسلہ۔

عوام میں جو ایمان مجمل ومفصل مشہور ہیں یہ غالباً اسی پر مبنی ہیں۔ ایمان مجمل سورۃ بقرۃ کی پہلی آیات سے اور ایمان مفصل اس کی آخری آیات سے لیا گیا ہے

پس آیت مذکورہ سے ایمان کے تین بنیادی اصول معلوم ہوئے (۱) اللہ پر ایمان لانا (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء سابقین کی سب وحیوں پر ایمان (۳) آخرت پر ایمان اور یہی تین چیزیں درحقیقت ایمان کے اصول ہیں باقی سب فروع ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فیصل التفرقۃ فی الاسلام الزندقۃ میں لکھا ہے۔

اصول الایمان ثلثۃ	ایمان کے اصول تین ہیں۔
الایمان باللہ وبرسولہ وبالیوم الآخرۃ وماعداہ فروع۔	۱ اللہ تعالیٰ پر ایمان، ۲ اس کے رسول پر ایمان اور ۳ قیامت پر ایمان، اس کے ماسوا سب فروع ہیں۔

اور ان اصول کو بھی کوئی مختصر کرنا اور چاہے تو صرف ایمان بالرسول میں سب اصول آجاتے ہیں کیونکہ جب تک اللہ پر ایمان نہ ہو اس کے رسول پر ایمان ہو ہی نہیں سکتا اور رسول پر ایمان ہو جائے تو یوم قیامت پر ایمان خود اس کے اندر داخل ہے کیونکہ ایمان بالرسول سے ان تمام ہدایتوں پر ایمان لانا مراد ہے

جو رسول نے پیش کی ہیں اور ظاہر ہے ان ہدایتوں میں روز قیامت کی تصدیق بھی ایک بہت بڑی ہدایت ہے اسی لئے ائمہ اسلام نے ایمان کی تعریف اس طرح فرمائی ہے۔

هو تصديق النبي صلى الله عليه وسلم فيما علم مجيئه بالضرورة۔

ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کا نام ہے ہر اس چیز میں جس کا ثبوت آپ سے قطعی اور بدیہی طور پر ہو جائے۔

فائدہ متعلقہ ختم نبوت

اس آیت میں ایمان اور مومن کی تعریف کے ضمن میں ایک لطیف طریقہ پر یہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ سلسلہ نبوت و رسالت و وحی رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے کیوں کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ وحی پر ایمان لانے کے ساتھ صرف انبیاء سابقین اور ان کی وحی پر ایمان لانے کی تلقین ہے انبیاء مابعد کا کوئی ذکر نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ کے بعد بھی کسی قسم کا تشریعی نبی مبعوث ہونے والا ہوتا تو جس طرح انبیاء سابقین کی وحی پر یقین کرنے کو جزء ایمان قرار دیا گیا اسی طرح انبیاء مابعد پر ایمان لانے کا ذکر بھی ضروری تھا بلکہ ایک حیثیت سے انبیاء مابعد کا ذکر بہ نسبت انبیاء سابقین کے زیادہ ضروری تھا کیونکہ انبیاء سابقین کا ذکر تو خود قرآن میں بھی آچکا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات و توضیحات میں اس سے زیادہ آچکا ہے اس کے متعلق امت کے گمراہ ہونے کا کوئی خطرہ

نہیں تھا بخلاف اس نبی کے جو آئندہ مبعوث ہونے والا ہوتا کہ اس کے حالات وعلامات سے امت واقف نہیں اور امت کو بلا واسطہ اس سے سابقہ پڑنا تھا اور اس کے ماننے یا نہ ماننے پر امت کی نجات یا ہلاکت کا دارومدار ہوتا ایسی حالت میں خدا کی آخری کتاب اور رؤف رحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض ہوتا کہ آئندہ مبعوث ہونے والے نبی کی پوری کیفیات وحالات وعلامات کو ایسی طرح واضح کرتے کہ اس میں کسی اشتباہ والتباس کی گنجائش نہ رہتی اور پھر امت کو اس پر اور اس کی وحی پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کرنے کے غیر مبہم احکام بکرات ومرات قرآن وحدیث میں مذکور ہوتے۔

مگر بجائے اس کے ہوا یہ کہ قرآن نے جہاں اصول ایمان کا تذکرہ کیا تو انبیاء سابقین اور ان کی وحی پر ایمان لانے کو جزو ایمان کی حیثیت سے ذکر فرمایا اور بعد میں مبعوث ہونے والے کسی نبی یا رسول کا یا اس کی وحی کا نام تک نہ لیا۔ پھر ایک جگہ نہیں قرآن میں دس سے زیادہ آیات اسی مضمون کی آئی ہیں جن میں آپ سے پہلے آنے والی وحی پر ایمان لانے کی تاکید ہے بعد کی کسی وحی یا نبی کا تذکرہ تک نہیں۔

یہ قرآن کی ایک کھلی ہوئی شہادت اس امر پر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ صرف عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آخر زمانہ میں آئیں گے۔ جو پہلے مبعوث ہو چکے ہیں اور جن پر امت محمدیہ پہلے سے ایمان رکھتی ہے لہٰذا کوئی نیا پیدا ہونے والا شخص اس امت کو اپنی نبوت ووحی کی طرف دعوت دے کر امت کے لئے مدار نجات نہیں بن سکتا۔ واللہ

واللہ الموفق والمعین۔

مومن وکافر کی تعریف اور کفر کے اقسام

اس عنوان کا اگرچہ مجمل خاکہ عنوان اوّل کے ضمن میں آچکا ہے لیکن پوری وضاحت کے لئے اس کی تشریح اس عنوان میں لکھی جاتی ہے جس کا مبنیٰ وہی آیات ہیں جن کا ذکر عنوان اول میں آیا ہے اور چونکہ اسلام وکفر کی تعریف میں چند اصطلاحی الفاظ کا استعمال ہوتا ہے اس لئے ان الفاظ کی تعریفات پہلے لکھی جاتی ہیں۔

تعریفات

ایمان:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قلبی تصدیق ہر اس چیز میں جس کا ثبوت آپ سے قطعی اور بدیہی طور پر ہو چکا ہو بشرطیکہ اس کے ساتھ اطاعت کا اقرار بھی ہو۔

اسلام:۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کا اقرار بشرطیکہ اس کے ساتھ ایمان یعنی تصدیق قلبی موجود ہو۔

کُفر:۔ جن امور کی تصدیق ایمان میں ضروری ہے ان میں سے کسی امر کی تکذیب وانکار۔

مومن:۔ وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل سے تصدیق کرے ہر اس امر میں جس کا ثبوت آپ سے قطعی اور بدیہی طور پر ہو چکا ہو بشرطیکہ زبان سے بھی اس تصدیق کا اور اطاعت کا اقرار کرے۔

مسلمان:۔ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کا اقرار کرے بشرطیکہ دل میں بھی ان کی تصدیق رکھتا ہو۔

کافر:۔ وہ شخص جو ان میں سے کسی ایک چیز کا دل سے انکار یا زبان سے تکذیب کر دے۔

اسلام وایمان اور مسلم ومومن میں فرق

لغۃً ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور اسلام اطاعت وفرمانبرداری کا ایمان کا محل قلب ہے اور اسلام کا محل قلب اعضاء وجوارح ہیں لیکن شرعاً ایمان بغیر اسلام کے اور اسلام بغیر ایمان کے معتبر نہیں، یعنی اللہ اور اس کے رسول کی محض دل میں تصدیق کر لینا شرعاً اس وقت تک معتبر نہیں جب تک زبان سے اس تصدیق کا اظہار اور اطاعت وفرمانبرداری کا اقرار نہ کرے اور اطاعت وفرمانبرداری کا اقرار اسوقت تک معتبر نہیں جبتک اس کے ساتھ دل میں اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق نہ ہو۔

الغرض لغوی مفہوم کے اعتبار سے ایمان واسلام الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں اور قرآن وحدیث میں اسی لغوی مفہوم کی بناء پر ایمان واسلام کے اختلاف کا ذکر بھی ہے لیکن خود قرآن وحدیث کی ہی تصریحات کے مطابق یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شرعاً کوئی ایمان بدون اسلام کے یا اسلام بدون ایمان کے معتبر نہیں۔ اسی مضمون کو بعض اہل تحقیق نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ایمان واسلام کی مسافت تو ایک ہے فرق مبدء اور منتہیٰ میں ہے ایمان قلب سے شروع ہوتا ہے اور ظاہر پر منتہی ہوتا ہے اور اسلام ظاہر سے شروع ہو کر قلب پر منتہی ہوتا

ہے اگر قلبی تصدیق ظاہری اقرار وغیرہ تک نہ پہنچے تو وہ تصدیق ایمان معتبر نہیں اسی طرح ظاہری اقرار و اطاعت اگر تصدیق قلبی تک نہ پہنچے وہ اسلام معتبر نہیں۔ (افادہ الاستاذ العلامہ مولانا انور شاہ قدس سرہٗ)

اب جب ایمان و اسلام کا لغوی اور شرعی مفہوم متعیّن ہو گیا تو مومن و مسلم کا مفہوم بھی ظاہر ہو گیا۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ نے صحیح مسلم کی شرح میں اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس میں امام غزالی اور امام سبکی کی یہی تحقیق لکھی ہے جو اوپر گذر چکی امام سبکی کے چند جملے یہ ہیں۔

الاسلام موضوع للانقیاد الظاهر مشروطاً فیه الایمان و الایمان موضوع للتصدیق الباطن مشروطاً فیه القول عند الامکان (فتح الملہم جلد اول ص۱۵۸)	"اسلام" موضوع ہے ظاہری اطاعت و فرمانبرداری کے لئے مگر اس میں ایمان شرط ہے اور ایمان موضوع ہے باطنی تصدیق کے لئے مگر اس میں زبان سے کہنا بھی شرط ہے۔ بوقت امکان۔

اور شیخ کمال الدین بن ہمام شارح ہدایہ نے اپنی عقائد کی مستند و مشہور کتاب اور اس کی شرح مسامرہ میں امت محمدیہ کا اتفاق اس پر نقل فرمایا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

وقد اتفق اهل الحق وهم فریقا الاشاعرة والحنفیة علی تلازم الایمان والاسلام	اور اہل حق نے اتفاق کیا ہے اور وہ دونوں گروہ اشاعرہ اور حنفیہ ہیں، کہ ایمان اور اسلام باہم

بمعنی انہ لا ایمان یعتبر بلا
اسلام وعکسہ ای لا اسلام
یعتبر بدون ایمان فلا ینفک
احدھما عن الاخر (صفحہ ۱۸۶ جلد ۳ مطبع مصر)

متلازم ہیں۔ یعنی ایمان بلا اسلام کے
معتبر نہیں اور نہ اس کا عکس، یعنی
نہ اسلام بلا ایمان کے معتبر۔ پس
ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔

ثبوت قطعی جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بذریعہ تواتر ہم تک پہنچی ہے اس کا ثبوت قطعی ہے جیسے قرآن، نمازوں کی تعداد، تعداد رکعات اور رکوع وسجود وغیرہ کی کیفیات اذان، زکوۃ، کی تفصیلات، حج اور اس کی بہت سی تفصیلات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت وغیرہ۔

تواتر کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر ہم تک ہر قرن ہر زمانہ میں دنیا کے مختلف خطوں میں اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے اتنی تعداد میں رہے ہوں کہ ان سب کا غلطی یا کذب پر متفق ہو جانا عقلاً محال سمجھا جاتا ہو۔

ثبوت بدیہی جس کو عرف فقہا اور متکلمین میں ضروری یا بالضرورۃ کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ ہے کہ تواتر کے ساتھ ساتھ اس کی شہرت تمام خاص وعام مسلمانوں میں اس درجہ ہو جائے کہ عوام تک اس سے واقف ہوں جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا فرض ہونا، اذان کا سنت ہونا اور نبوت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو جانا وغیرہ۔

ضروریات دین جو چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بذریعہ تواتر اس درجہ شہرت وبداہت کے ساتھ ثابت ہوں کہ ہر

ہر خاص و عام اس سے باخبر ہو ان کو فقہا اور متکلمین کی اصطلاح میں ضروریات دین کہا جاتا ہے۔

تنبیہہ | ایمان بہت سی مجموعی چیزوں کی تصدیق و تسلیم کا نام ہے جن کا ذکر اوپر تعریف میں آچکا ہے لیکن کفر میں ان سب چیزوں کا انکار یا تکذیب ضروری نہیں بلکہ ان میں سے کسی ایک چیز کی تکذیب و انکار بھی کفر ہے خواہ باقی سب چیزوں کو صدق دل سے قبول کرتا ہو اسی لئے ایمان اور اسلام ایک ہی حقیقت ہے اور کفر کی بہت سی اقسام ہو گئی ہیں جن میں سے دو بنیادی قسمیں تو قرآن کی مذکورہ آیات سورۂ بقرہ میں بیان کر دی گئیں۔ ایک کفر ظاہر اور دوسرے کفر نفاق باقی اقسام کی تفصیل و تشریح اب بیان کی جاتی ہے۔ واللہ الموفق والمعین

کفر اور کافِر کے اقسام

اس رسالہ کا اصل موضوع بحث یہی مضمون ہے جیسا کہ تمہید میں لکھا جا چکا ہے۔

مذکورالصدر تفصیل میں یہ معلوم ہو چکا کہ کفر، تکذیب رسول کا نام ہے پھر تکذیب کی چند صورتیں ہیں اور ان صورتوں کے اختلاف ہی سے کفر کی چند اقسام بن جاتی ہیں جن کو امام غزالی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب فیصل التفرقہ بین الاسلام والزندقہ۔ نیز اپنی کتاب لاقتصاد فی الاعتقاد میں اور حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ اپنے فتاوی میں اور امام بغوی نے آیت ان الذین کفروا سواء علیھم الآیہ کی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے نیز علم عقائد و کلام کی مستند کتب شرح مواقف و شرح مقاصد میں بھی ان کا تفصیلی ذکر ہے ان اقسام تکذیب کا خلاصہ یہ ہے :۔

(۱) ایک تکذیب کی صورت تو یہ ہے کوئی شخص صراحۃً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا رسول ہی تسلیم نہ کرے جیسے بت پرست، یہود اور نصاریٰ۔

(۲) دوسری یہ کہ رسول تسلیم کرنے کے بعد باوجود آپ کے کسی قول کو صراحۃً غلط یا جھوٹ قرار دے یعنی آپ کی بعض ھدایات پر ایمان رکھے اور بعض کی تکذیب کرے۔

(۳) تیسری یہ کہ کسی قطعی الثبوت قول یا فعل رسول کو یہ کہہ کر رد کر دے کہ یہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل نہیں ہے یہ بھی درحقیقت رسول کی تکذیب ہے۔

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ قول و فعل کو بھی تسلیم کرتے ہوئے اس کے مفہوم کی تاویل کرکے قرآن و حدیث کی قطعی تصریحات کے خلاف کسی خود ساختہ مفہوم پر محمول کرے۔ کفر و تکذیب کی یہ صورت چونکہ دعوائے اسلام اور ادائیگی شعائر اسلام کے ساتھ ہوتی ہے اس لئے اس میں اکثر لوگوں کو بہت مغالطہ پیش آتا ہے۔ خصوصاً جب اس پر نظر کی جلئے کہ تاویل کے ساتھ انکار کرنا باتفاق علماء تکذیب میں داخل نہیں اور ایسے شخص کو کافر بھی نہیں کہا جا سکتا اور ظاہر ہے کہ ملحدین بھی کسی تاویل کا سہارا ضرور لیتے ہیں اس لئے اس قسم کی تشریح و توضیح زیادہ ضروری ہے تاکہ تاویل اور الحاد میں فرق معلوم ہو سکے اور معلوم ہو جائے کہ تاویل کے محل میں تاویل موجب کفر نہیں مگر الحاد و زندقہ کی تاویل بالاجماع موجب کفر ہے اس لئے اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

کفر، زندقہ و الحاد

تکذیب کی یہ چوتھی صورت قرآن کی اصطلاح میں "الحاد" اور حدیث میں "الحاد" و "زندقہ" کے نام سے موسوم ہے۔

الذین یلحدون فی آیاتنا	جو لوگ ہماری آیات میں الحاد
لا یخفون علینا افمن یلقی فی النار	کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں،

خیر ام من یاتی امنا یوم القیامۃ
الآیۃ عن ابن عمر قال سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقول: "سیکون فی ھذہ الامۃ
مسخ الا وذلک فی المکذبین بالقدر
والزندیقیۃ" اخرجہ الامام
احمد فی مسندہ ص۱۰۸ ج۲ وقال فی
الخصائص سندہ صحیح وفی منتخب
کنز العمال ص۵۰ ج۶ مرفوعاً ما یفسرھا

کیا وہ شخص جو جہنم میں ڈالا جائے گا بہتر
ہے یا وہ جو امن کے ساتھ آئے گا قیامت
کے دن۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ عنقریب
اس امت میں مسخ ہوگا، اور سن
رکھو کہ وہ تقدیر کو جھٹلانے والوں میں
ہوگا، اور زندیقین میں، اس کو
امام احمدؒ نے اپنی مسند میں روایت
کیا ہے اور خصائص میں کہا ہے کہ،
اس کی سند صحیح ہے اور منتخب
کنز العمال ص۵۰ ج۲ میں مرفوعاً ایک
روایت ہے جو اس کی تفسیر کرتی ہے۔

امام بخاریؒ نے اس قسم کی تکذیب کے متعلق صحیح بخاری میں ایک مستقل باب لکھا ہے۔ "باب قتل من ابی قبول الفرائض وما نسبوا الی الردۃ" اس باب میں اس قسم کی تکذیب کو بھی ارتداد قرار دیا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے مسوّی شرح مؤطا میں اس قسم کی تکذیب کے متعلق لکھا ہے۔

وان اعتراف بہ ظاہراً
ولکن یفسر بعض ما ثبت من الدین

اور اگر اقرار تو کرے اس کا
ظاہری طور پر۔ لیکن دین کی بعض اہ

ضرورۃ بخلاف ما فسرہ الصحابۃ والتابعون واجمعت علیہ الامۃ فھو الزندیق کما اذا اعترف بان القرآن حق وما فیہ من ذکر الجنۃ والنار حق لکن المراد بالجنۃ الابتہاج الذی یحصل بسبب الملکات المحمودۃ و المراد بالنار ھی الندامۃ التی تحصل بسبب الملکات المذمومۃ ولیس فی الخارج جنۃ ولا نار فھو زندیق (مسوی شرح مؤطا ج ۲ ص ۱۳۰)

چیزوں کی جو ثابت ہیں، ایسی تفسیر بیان کرے جو صحابہ اور تابعین اور اجماع امت کے خلاف ہو، تو وہ زندیق ہے، مثلاً یہ تو اقرار کرے کہ قرآن حق ہے اور جو اس میں جنت و دوزخ کا ذکر ہے وہ بھی ٹھیک ہے لیکن جنت سے مراد وہ خوشی و فرحت ہے جو اخلاق حمیدہ سے پیدا ہوتی ہے اور دوزخ سے مراد وہ ندامت ہے جو اخلاق مذمومہ کے سبب حاصل ہوتی ہے۔ ویسے کوئی نہ جنت ہے نہ دوزخ پس یہ شخص "زندیق" ہے

تاویل اور تحریف میں فرق

ثم التاویل تاویلان تاویل لا یخالف قاطعاً من الکتاب والسنۃ واتفاق الامۃ وتاویل یصادم ما ثبت بقاطع فذلک الزندقۃ فکل من انکر رؤیۃ

پھر تاویل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تاویل تو وہ ہے جو کتاب سنت اور اتفاق امت کی کسی قطعی بات کی مخالف نہیں اور ایک تاویل وہ ہے جو ان مذکورہ چیزوں سے ثابت

الله تعالى يوم القيامة او انكر عذاب القبر وسوال المنكر و النكير او انكر الصراط والحساب سواء قال لا اثق بهؤلاء الرواة او قال اثق بهم لكن الحديث مأول ثم ذكر تاويلاً فاسداً لم يسمع من قبله فهو الزنديق او قال ان النبي صلى الله عليه وسلم خاتم النبوة ولكن معنى هذا الكلام انه لا يجوز ان يسمى بعده احد بالنبي و اما معنى النبوة وهو كون الانسان مبعوثاً من الله تعالى الى الخلق مفترض الطاعة معصوماً من الذنوب ومن البقاء على الخطاء فيما يرى فهو موجود في الائمة بعده فذلك الزنديق۔

(از تصانیف حضرت شاہ ولی اللہ)

شدہ کسی حکم قطعی کی مصادم ہو پس یہ شکل ثانی "زندقہ" ہے پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی رویت کا منکر ہو قیامت کے روز یا عذاب قبر کا منکر ہو، اور منکر اور نکیر کے سوال کا منکر ہو یا پلصراط اور حساب کا منکر ہو۔ خواہ وہ یوں کہے کہ مجھے ان راویوں پر اعتبار نہیں، اور یا یوں کہے کہ ان راویوں کا تو اعتبار ہے مگر حدیث کے معنی دوسرے ہیں اور یہ کہہ کر ایسی تاویل بیان کرے جو اس سے پہلے نہیں سنی گئی پس وہ "زندیق" ہے یا یوں کہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوۃ ہیں۔ لیکن اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کسی شخص کا نام "نبی" رکھنا جائز نہیں۔ مگر نبوۃ کے معنی اور مصداق، یعنی انسان کا خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونا مخلوق کی طرف، کہ اس کی اطاعت فرض

اور وہ گناہوں سے معصوم ہو اور اس
بات سے معصوم ہو کہ اگر اس کی رائے
میں غلطی ہو تو وہ اس پر باقی رہے
تو یہ معنی اور مصداق آپ کے بعد
ائمہ میں موجود ہیں پس یہ شخص
" زندیق " ہے۔

تکذیب رسول کی یہ چوتھی صورت جس کا نام زندقہ والحاد ہے درحقیقت نفاق کی ایک قسم ہے اور عام نفاق سے زیادہ اشد اور خطرناک ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جبکہ سلسلہ وحی منقطع ہو گیا اور کسی شخص کے دل میں چھپے ہوئے کفر و نفاق کے معلوم ہونے کا ہمارے پاس کوئی قطعی ذریعہ نہیں ہے تو اب منافق صرف ان ہی لوگوں کو کہہ سکتے ہیں جن سے اسلام کا مدعی ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ اقوال یا اعمال ایسے سرزد ہو جائیں جو ان کے باطنی کفر کی غمازی کریں۔ زندقہ والحاد اسی کی ایک مثال ہے اور اسی لئے عمدۃ القاری شرح بخاری میں اور تفسیر ابن کثیر میں آیت فی قلوبھم مرض (بقرہ) کے تحت میں حضرت امام مالکؒ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے المنافق فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو الزندیق الیوم (تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۴۶ طبع مصر) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی کے دل میں کفر و نفاق کتنا ہی چھپا ہو لیکن ہمارے پاس اس کا ذریعہ علم نہ ہونے کے باعث ہم اس کو کافر یا منافق نہیں کہہ سکتے اب نفاق کی ایک ہی قسم موجود ہے جس کو زندقہ کہتے ہیں۔

یعنی دعوائے اسلام اور شرائع اسلام کا پابند ہونے کے ساتھ کوئی عقیدہ کفریہ رکھنا یا ضروریات دین میں تاویل باطل کر کے اس کے اجماعی معنی میں تحریف کرنا۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے (جو کہ امت کے مسلم امام ہیں اور تمام اسلامی فرقے ان کی امامت کے قائل ہیں۔ خدا بخش قادیانی نے اپنی کتاب عسل مصطفیٰ میں جس کو مرزا غلام احمد نے حرفاً حرفاً سن کر تصدیق کی ہے صـ۱۶۴ پر مجدد دین اسلام کی فہرست لکھتے ہوئے امام غزالی رح کو پانچویں صدی ہجری کا مجدّد قرار دیا ہے۔

امام غزالی رح نے مسئلہ کفر و ایمان میں الحاد و زندقہ کی شدید مضرت اور اس مسئلہ کی نزاکت کا خیال فرما کر ایک مستقل کتاب التفرقہ بین الاسلام والزندقہ تصنیف فرمائی جس میں قرآن و سنّت اور عقل و نقل سے واضح کر دیا کہ تاویل اور الحاد میں کیا فرق ہے اور یہ کہ زنادقہ و ملاحدہ کی اسلامی برادری میں کوئی جگہ نہیں وہ دائرۂ اسلام سے قطعاً خارج ہیں اگرچہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں نیز کسی مدعی اسلام کے کافر قرار دینے میں جو احتیاط لازم ہے اس کے پیش نظر امام موصوف نے اس کتاب میں ایک زرّیں وصیّت اور ضابطہ بیان فرمایا ہے اس کو مع ترجمہ کے لکھا جاتا ہے۔

فصل :- اعلم ان شرح ما یکفر بہ وما لا یکفر بہ یستدعی تفصیلاً طویلاً یفتقر الی ذکر کل المقالات والمذاھب وذکر	جاننا چاہیے کہ اس بات کی شرح کرنے کے لئے کیا چیزیں موجب تکفیر ہیں اور کیا نہیں، بہت تفصیل طویل درکار ہے کیونکہ اس میں ضرورت

شبهة كل واحدٍ ودليله ووجه
بُعده عن الظاهر ووجه
تاويله وذلك لا تحويه مجلدات
وليس يسع لشرح ذلك اوقاتي
فاقتنع الآن بوصية وقانون
امّا الوصية فان تكف لسانك
عن اهل القبلة ما امكن ما
داموا قائلين لا اله الا الله محمد
رسول الله غير مناقضين لها
والمناقضة تجويزهم الكذب
على رسول الله صلى الله عليه
وسلم بعذر او بغير عذر فان
التكفير فيه خطر والسكوت لا
خطر فيه واما القانون فهو
ان تعلم ان النظريات قسمان
قسم يتعلق باصول العقائد و
قسم يتعلق بالفروع واصول
الايمان بالله وبرسوله و
وباليوم الآخر وما عداه فروع

ہے تمام مقالات و مذاہب کے ذکر
کرنے کی اور ہر ایک کا شبہ اور اس کی
دلیل، اور اس کی بُعد کی وجہ ظاہر
سے - اور اس کی تاویل کی وجہ کی ۔
اور یہ متعدد جلدوں میں بھی نہیں
سما سکتا - اور نہ اس کی شرح کے لئے
میرے وقت میں گنجائش ہے - اس
لئے میں اس وقت ایک قانون اور
ایک وصیت پر اکتفا کرتا ہوں ۔
وصیت سو وصیت تو یہ ہے کہ تم اپنی
زبان کو اہل قبلہ کی تکفیر سے روکو
جب تک ممکن ہو یعنی جب تک وہ
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل
رہیں، اور اس سے مناقضہ نہ کریں
اور مناقضہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم
کے غلط اور جھوٹ ہونے کو جائز
سمجھیں خواہ کسی عذر سے یا بغیر عذر
کے - کیونکہ تکفیر میں تو خطرہ ہے اور

واعلم ان الخطاء فی اصل الامامة
وتعینها وشروطها وما یتعلق
بها لا یوجب شئ منه تکفیراً
فقد انکر ابن کیسان اصل
وجوب الامامة ولا یلزم تکفیره
ولا یلتفت الی قوم یعظمون امر الامامة
ویجعلون الایمان بالامام مقرونا
بالایمان باللّٰه وبرسوله والی
خصومهم المکفرین لهم بمجرد
مذهبهم فی الامامة وکل ذلک
اسراف اذ لیس فی واحد من
القولین تکذیب الرسول صلی
اللّٰه علیه وسلم اصلا ومهما
وجد التکذیب وجب التکفیر وان
کان فی الفروع فلو قال قائل
مثلا البیت الذی بمکة لیس
هی الکعبة التی امر اللّٰه بحجها
فهذا کفر اذ ثبت تواترا عن
رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

سکوت میں کوئی خطرہ نہیں۔

ضابطہ تکفیر اور قانون یہ ہے کہ تمہیں معلوم کرنا چاہیے کہ نظریات کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو اصول عقائد سے متعلق ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو فروع کے متعلق ہے۔ اور ایمان کے اصول تین ہیں۔ اوّل اللہ پر ایمان لانا۔ دوم اس کے رسول پر بھی۔ سوم قیامت کے دن پر؟ اور ان کے علاوہ جو ہیں فروع ہیں۔ اور جاننا چاہیے کہ خطاء (غلطی) امامت کی اصل اور اس کے تعین اور اس کی شروط وغیرہ میں جیسا کہ روافض وخوارج میں پائی جاتی ہے ان میں سے کوئی چیز بھی موجب تکفیر نہیں ہے کیونکہ ابن کیسان نے امامت کے اصل وجوب ہی کا انکار کیا ہے اور انہیں لازم ہے اس کی تکفیر۔ اور نہیں التفات کیا جائے گا اس قوم کی طرف، جو امامت کے معاملہ

لذالک البیت بانہ لکعبۃ ینفعہ ینفعہ انکارہ بل یعلم قطعا انہ معاند فی انکارہ الا ان یکون قریب عہد بالاسلام ولم یتواتر عندہ ذلک وکذلک من نسب عائشہ رضی اللہ عنہا الی الفاحشۃ وقت نزول القرآن ببرآئتھا فہو کافر لان ھذا وامثالہ لا یمکن الا بتکذیب او انکار والتواتر ینکرہ الانسان بلسانہ ولا یمکنہ ان یجھلہ بقلبہ۔ نعم لو انکر ما ثبت باخبار الاحاد فلا یلزمہ بہ الکفر ولو انکر ما ثبت بالاجماع فھذا فیہ نظر لان معرفۃ کون الاجماع حجۃ مختلف فیہ فھذا حکم الفروع واما الاصول الثلثۃ فکل مالم یحتمل التاویل فی نفسہ وتواتر نقلہ ولم یتصور

کو عظیم سمجھتے ہیں اور امام کے ساتھ ایمان لانے کو خدا اور رسول کے ساتھ ایمان لانے کی برابر کرتے ہیں۔ اور نہ ان کے مخالفین کی طرف التفات کیا جائے گا۔ جو ان کی تکفیر کرتے ہیں محض اس لئے کہ وہ مسئلہ امامت میں اختلاف رکھتے ہیں۔ یہ سب حد سے گذرنا ہے کیونکہ ان دونوں اقوال میں سے کسی میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب بالکل لازم نہیں آتی۔ اور جس جگہ تکذیب پائی جائیگی تو تکفیر ضروری ہوگی اگرچہ وہ فروع ہی میں ہو، مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ جو گھر مکہ معظمہ میں ہے، وہ وہ کعبہ نہیں ہے جس کے حج کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، تو یہ کفر ہے کیونکہ نبی کریم ؐ سے تواتر کے ساتھ اس کے خلاف ثابت ہے اور اگر وہ اس امر کا انکار کرے اور کہے کہ حضور

ان يقوم برهان على خلافه
فخلافه تكذيب محض ومثاله
ما ذكرناه من حشر الاجساد و
الجنة والنار واحاطة علم الله
تعالى بتفاصيل الامور وما
يتطرق اليه احتمال ولو بالمجاز
البعيد فينظر فيه الى برهان
فان كان قاطعا وجب القول
به لكن ان كان في اظهاره
مع العوام ضرر لقصور فهمهم
فاظهاره بدعة وان لم يكن
البرهان قاطعًا يعلم ضرورة
في الدين كنفي المعتزلة للرؤية
عن الباري تعالى فهذا بدعة
وليس بكفر واما ما يظهر له
ضرر فيقع في محل الاجتهاد و
النظر فيحتمل ان يكفر ويحتمل ان
لا يكفر (ثم قال)
ولا ينبغي ان تظن ان التكفير

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھر کے
کعبہ ہونے کی شہادت ہی نہیں دی
تو اس کا انکار اس کو نافع نہ ہوگا
بلکہ اس کا اپنے انکار میں معاند ہونا
قطعی طور پر معلوم ہو جائے گا۔ بجز
اس کے کہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا ہو
اور یہ بات اس کے نزدیک ابھی حد
تواتر کو نہ پہنچی ہو۔ اور اسی طرح جو
شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا پر تہمت باندھے۔

حالانکہ قرآن مجید میں ان کی برائت
نازل ہو چکی تو وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ
یہ اور اس جیسی باتیں بغیر تکذیب اور
انکار کے ممکن نہیں اور تواتر کا کوئی
انسان زبان سے خواہ انکار کر دے
مگر یہ ناممکن ہے کہ اس کا قلب اس
سے ناآشنا ہو، ہاں! البتہ اگر کسی
ایسے امر کا انکار کرے جو خبر واحد سے
ثابت ہے تو اس سے کفر لازم نہ آئے گا

ولفيه ينبغي ان يدرك قطعًا
في كل مقام بل التكفير حكم شرعي
يرجع الى اباحة المال وسفك
الدم او الحكم بالخلود في النار
فمأخذه كمأخذ سائر الاحكام
الشرعية تارة يدرك بيقين
وتارة بظن غالب وتارة يتردد
فيه ومهما حصل التردد فالتوقف
في التكفير اولى والمبادرة الى التكفير
انما يغلب على طباع من يغلب
عليهم الجهل،

ولابد من التنبيه لقاعدة
اخرى فهو ان المخالف قد
يخالف نصًا متواترًا ويزعم
انه مأوّل ولكن تأويله لا
انقداح له اصلًا في اللسان
لا على قرب ولا على بعد
فذلك كفر وصاحبه مكذب
وان كان يزعم انه مأوّل۔

اور اگر کسی ایسی چیز کا انکار کرے جو
کہ اجماع سے ثابت ہے تو اس میں
ذرا تامل کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ
اجماع کا حجت ہونا مختلف فیہ ہے
تو اس کا حکم فروع کا ہوگا، اور اصول
ثلاثہ کے متعلق یہ ہے کہ جو فی نفسہ
تاویل کو محتمل نہیں اور اس کی نقل
تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور اس کے
خلاف کسی دلیل کے قائم ہونے کا
تصور نہیں ہو سکتا۔ سو اس کی مخالفت
کرنا تو تکذیب ہے، اور اس کی مثال
وہی ہے جو ذکر ہو چکی ہے یعنی حشر و
نشر اور جنت و دوزخ اور حق تعالیٰ
کے علم کا تمام امور کی تفصیلات پر
محیط ہونا۔ اور جو اس میں سے ایسے
ہیں کہ ان میں احتمال کی راہ ہے اگرچہ
مجاز بعید ہی کے طریق پر ہو، تو اس
میں دلیل کی طرف دیکھا جائے گا۔
پس اگر دلیل قطعی ہو، تب تو اس کا

قائل ہونا واجب ہے، لیکن اگر اس
کے ظاہر کرنے میں عوام کا ضرر ہو بوجہ
ان کے قصورِ فہم کے، تب تو اس کا
ظاہر کرنا بدعت ہے اور اگر دلیل
قطعی نہ ہو جیسے معتزلہ کا رویت باری
سے انکار کرنا، پس یہ بدعت ہے۔
اور کفر نہیں ہے اور وہ چیز جس کا
ضرر ظاہر ہو، تو وہ مقام اجتہاد میں
واقع ہو جائے گی۔ پس ممکن ہے کہ
اس کی وجہ سے تکفیر کی بھی جاوے
اور ممکن ہے کہ تکفیر نہ بھی کی جائے۔

(پھر آگے چل کر فرمایا ہے)

اور یہ مناسب نہیں کہ تم یہ خیال
کر لو کہ تکفیر اور عدم تکفیر کے لیے
ضروری ہے کہ ہر جگہ یقینی طور پر معلوم
ہو جائے بلکہ بات یہ ہے کہ تکفیر ایک
حکم شرعی ہے، جس کا نتیجہ ہے کہ اس
سے اباحت مال اور خون کا ہدر ہونا
یا خلود فی النار کا حکم لازم آتا ہے۔ سو

اس کا منشا بھی دوسرے احکام شرعیہ
کے منشا کی طرح ہے کہ کبھی تو یقین کے
ساتھ معلوم ہوتا ہے اور کبھی ظن غالب
کے ساتھ اور کبھی تردّد کے ساتھ
اور جب تردّد ہو تو تکفیر میں توقف
کرنا بہتر ہے اور تکفیر میں جلدی کرنا
ان ہی طبیعتوں پر غالب ہوتا ہے
جن پر جہل کا غلبہ ہے۔

اور ایک اور قاعدہ پر بھی تنبیہ
کر دینا ضروری ہے، وہ یہ کہ مخالف
کبھی کسی نص متواتر کی مخالفت کرتا
ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ ماؤِل ہے لیکن
اس کی تاویل ایسی ہوتی ہے کہ اس کی
کوئی گنجائش نہیں ہوتی زبان میں نہ
قریب نہ بعید۔ تو یہ کفر ہے اور ایسا
شخص مکذب ہے اگرچہ وہ یہ سمجھتا
رہے کہ وہ ماؤِل ہے۔

آخر میں کچھ اور اسی قسم کی تاویلات باطلہ کا بیان کر کے لکھا:۔

فامثال هذا المقالات — پس اسی جیسی باتیں تکذیبات

تکذیبات عبر عنہا بالتاویلات جن کا نام تاویلات رکھ لیا گیا ہے۔

حضرت امام غزالی رح کی اس مفصل تحریر سے واضح ہو گیا کہ قرآن و حدیث میں ایسی تاویلات باطلہ کرنا جو ان کے اجماعی مفہوم کو بدل دیں اور امت کے اجماعی عقائد کے خلاف کوئی نیا مفہوم ان سے پیدا ہو جائے ایسی تاویل بھی تکذیب رسول ہی کے حکم میں ہے جس کا کفر ہونا ظاہر ہے۔

ائمۂ اسلام کی مزید شہادتیں

زندقہ کے کفر ہونے پر

اس میں سب سے پہلی، اور سب سے قوی شہادت، حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کا وہ اجماع ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، مانعین زکوۃ، کو مرتد قرار دے کر، ان سے جہاد کرنے پر ہوا۔ حالانکہ یہ سب لوگ نماز، روزہ اور تمام شعائرِ اسلام کے پابند تھے۔ صرف ایک حکم شرعی "زکوٰۃ" کا انکار کرنے سے باجماع صحابہ کافر قرار دیئے گئے۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے:-

وفیھم من الردۃ عن شرائع الاسلام بقدر ما ارتد عنہ من شعائر الاسلام ولکن السلف قد سموا مانعی الزکوۃ مرتدین مع کونھم یصومون ویصلون۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۹۱)

ان لوگوں میں شعائرِ اسلام سے مرتد ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ ایک شعار اسلام (زکوۃ) کے منکر ہیں۔ کیونکہ سلف نے ان کا نام مرتدین رکھا ہے اگرچہ یہ نماز بھی پڑھتے تھے اور روزے بھی رکھتے تھے۔

دوسری شہادت، صحابۂ کرام کا وہ اجماع ہے جو "مسیلمہ کذاب" کے کفر و ارتداد اور اس کے مقابلہ میں جہاد پر ہوا۔ حالانکہ وہ اس کی پوری جماعت کلمہ کی قائل، اور حسب تصریح تاریخ ابن جریر طبری ج ۳ ص ۲۴۴، اپنی اذانوں میں "اشھد ان محمد رسول اللہ" کی شہادت مناروں پر پکارنے والے اور نماز

روزہ کے پابند تھے مگر اس کی ساتھ، وہ آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی میں قرآن وحدیث کی تصریحات اور امت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف تاویلات کر کے "مسیلمہ کذاب" کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت کا شریک مانتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باجماع واتفاق ان کو کافر قرار دیا اور ان سے جہاد کرنا ضروری سمجھا، اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی امارت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عظیم الشان لشکر جہاد کے لئے روانہ ہوا۔ مسیلمہ کذاب کے پیروؤں میں سے چالیس ہزار مسلح جوان مقابلہ پر آئے۔ معرکہ نہایت سخت ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لشکر میں سے بارہ سو حضرات شہید ہوئے اور مسیلمہ کے لشکر سے اٹھائیس ہزار آدمی مارے گئے اور خود مسیلمہ بھی مارا گیا۔ (تاریخ طبری)

جمہور صحابہ رضؓ میں سے کسی ایک نے بھی اس پر انکار نہ کیا اور نہ کسی نے یہ کہا کہ یہ لوگ کلمہ گو، اہل قبلہ ہیں ان کو کیسے کافر کہا جائے؟ نہ کسی کو اس کی فکر ہوئی کہ اسلامی برادری میں سے اتنی بڑی اور قوی جماعت کم ہو جائے گی۔ اسی لئے عام کتب عقائد میں اس مسئلہ کو اجماعی مسئلہ قرار دیا ہے۔ "جوہرۃ التوحید" میں ہے:

ومن لمعلوم ضروری جحد +	جو شخص کسی قطعی بدیہی حکم کا انکار
من دیننا یقتل کفرالیس حد +	کرے اس کو بوجہ کافر ہو جانے کے قتل
وقال شارحہ ان ھذا مجمع علیہ	کیا جائے گا۔ بطور حد کے نہیں۔
وذکو ان الماتوریدیۃ یکفرون	اور اس کتاب کی شرح میں ہے کہ اس
بعد ھذا بالنکار القطعی وان	بات پر امت کا اجماع ہے اور یہ بھی

لسحر یکن ضروریا۔ | لکھا ہے کہ علماء ماتریدیہ مطلقاً قطعی حکم کے انکار کو کفر قرار دیتے ہیں خواہ بدیہی نہ ہو۔

اور حافظ حدیث امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب "اقامۃ الذلیل" میں اجماع کو سب سے بڑی قطعی دلیل قرار دیا ہے:۔

واجماعھم حجۃ قاطعۃ یجب اتباعھا بل ھی اوکدا لحجج وھی مقدمۃ علی غیرھا (اقامۃ الدلیل ص۱۳۰ ج۳)

اور امت کا اجماع حجت قاطعہ ہے جس کا اتباع واجب ہے بلکہ وہ تمام حجتوں سے زیادہ مؤکد ہے۔ اور وہ غیر اجماع پر مقدم ہے۔

ائمہ اسلام، مفسرین، محدثین، فقہا اور متکلمین، سب کے سب اس مسئلہ میں یک زبان ہیں کہ ضروریات دین یعنی اسلام کے قطعی اور یقینی مسائل میں سے کسی مسئلہ میں تاویلات باطلہ کر کے اس کو اس مفہوم اور صورت سے نکالنا جو قرآن وحدیث میں مصرح ہے اور جمہور اُمت وہی مفہوم سمجھتی آئی ہے درحقیقت قرآن وحدیث اور عقائد اسلام کی تکذیب کرنا ہے۔ علم عقائد کی مشہور و مستند کتاب "مقاصد" میں کفر اور کافر کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

وان کان مع اعترافہ نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واظہارہ شعائر الاسلام یبطن عقائد ھی کفر بالاتفاق

اور اگر کوئی ایسا ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اقرار کے ساتھ ساتھ اور شعائر اسلام کے اظہار کے باوجود ایسے عقائد پوشیدہ

خص باسم الزندیق۔ | دکھتا ہو جو بالاتفاق کفر ہیں تو اس کو "زندیق" کے نام سے خاص کیا جاتا ہے۔

ردالمختار میں علامہ شامیؒ نے اسی مضمون کی تشریح میں فرمایا ہے:۔

فان الزندیق یموہ بکفرہ ویروج عقیدتہ الفاسدۃ ویخرجہا فی الصورۃ الصحیحۃ وھذا معنی ابطان الکفر فلا ینافی الجہار والدعوی الی الضلال۔

صفحہ ۲۹۶ ج ۳

کیوں کہ زندیق ملمع سازی کرتا ہے اپنے کفر کے ساتھ اور اپنے فاسد عقیدہ کو رواج دیتا ہے اور نکالتا ہے اس کو صحیح صورت میں۔ اور یہی معنی ہیں "ابطان کفر" کے پس وہ "جہاد" (یعنی کھلم کھلا کفر) کے منافی نہیں۔ اور نہ گمراہی کی طرف دعوت دینے کے منافی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہ نے اپنے فتاوی میں اقسام تکذیب وکفر کا بیان ان الفاظ میں فرمایا ہے:۔

ولاشبہتہ ان الایمان مفہومہ الشرعی المعتبر بہ فی کتب الکلام والعقائد و التفسیر والحدیث ھو تصدیق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما

اور اس میں شبہ نہیں کہ ایمان کا مفہوم شرعی جو کہ کتب کلام وعقائد وتفسیر وحدیث میں معتبر ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا ان تمام باتوں میں جن کا آپ سے

علم مجیئه ضرورة عما من شانه ذلک لیخرج الصبی والمجنون و الحیوانات - والکفر عدم الایمان عما من شانه ذلک التصدیق فمفهوم الکفر هو عدم تصدیق النبی صلی الله علیه وسلم فیما علم مجیئه ضرورة وهو بعینه ما ذکرنا من ان من انکر واحدا من ضروریات الدین اتصف بالکفر نعم عدم التصدیق له مراتب اربع فیحصل للکفر ایضا اقسام اربعة - الاول کفر الجهل وهو تکذیب النبی صلی الله علیه وسلم صریحا فیما علم مجیئه به مع العلم (ای فی زعمه الباطل) بکونه علیه السلام کاذبا فی دعواه وهذا وهو کفر ابی جهل واضرابه والثانی کفر الجحود والعناد وهو

منقول ہونا بداہتہ معلوم ہے یہ اس شخص پر جو تصدیق کا اہل ہے یعنی بچہ ۔ اور مجنوں اور حیوانات اس سے خارج ہیں اور کفر اسی شخص کے عدم ایمان کو کہتے ہیں ۔ پس کفر کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان باتوں میں تصدیق نہ کرنا ۔

اور وہ بعینہ وہی بات ہے جو ہم نے ذکر کی کہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک بات کا بھی انکار کرے وہ صفت کفر کے ساتھ موصوف ہوجائے گا ۔ ہاں عدم تصدیق کے چار درجات ہیں ۔ اس لئے کفر کے بھی چار اقسام نکلیں گے ۔ اول کفر جہل اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنا صریحًا ان چیزوں میں جن کو آپ لے کر آئے ، یہ سمجھتے ہوئے (یعنی اپنے زعم باطل میں) کہ نبی

تکذیبه مع العلم بکونه صادقا
فی دعواه وهو کفر اهل الکتاب
لقوله تعالیٰ الذین اتینٰهم الکتب
یعرفونه کما یعرفون ابناءهم
وقوله وجحدوا بها واستیقنتها
انفسهم ظلما وعلوا وکفر ابلیس
من هذا القبیل والثالث کفر
الشک کما کان لاکثر المنافقین
والرابع کفر التاویل وهو ان یحمل
کلام النبی صلی الله علیه وسلم
علی غیر محمله او علی التقیة و
مراعاة المصالح ونحو ذلک ولما
کان التوجه الی القبلة من
خواص معنی الایمان سواء
کان شاملة او غیر شاملة
عبروا عن اهل الایمان باهل
القبلة کما ورد فی الحدیث
نهیت عن قتل المصلین و
المراد المؤمنین مع ان نص

صلی اللہ علیہ وسلم کاذب ہیں اپنے
دعوے میں اور یہ ابوجہل وغیرہ کا
کفر ہے۔ دوسرا کفر جحود۔ اور عناد
اور وہ یہ کہ آپ کو باوجود دل سے
سچا جاننے کے تکذیب کیے جانا۔
اور یہ اہل کتاب کا کفر ہے جیسا حق
تعالیٰ نے فرمایا کہ " جن لوگوں کو ہم
نے کتاب دی ہے وہ اس نبی کو پہچانتے
ہیں۔ جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں"
اور دوسری جگہ فرمایا کہ " ان لوگوں نے
انکار کیا۔ حالانکہ ان کے دل پر یقین
ہیں، اور یہ انکار ظلم اور تعلی و تکبر
کے سبب سے ہے" اور ابلیس کا
کفر اسی قسم میں سے ہے اور تیسرا کفر
شک، جیسا کہ اکثر منافقین کا تھا۔
اور چوتھا کفر تاویل اور وہ یہ ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو
اس کے غیر محل پر محمول کرے یا اس
کو تقیہ پر اور مراعاۃ مصالح وغیرہ

القرآن علی ان اهل القبلة
هم المصدقون بالنبي صلى الله
عليه وسلم في جميع ما علم مجيئه
وهو قوله تعالى وصد عن
سبيل الله وكفر به والمسجد
الحرام واخراج اهله منه اكبر
عند الله

(فتاوی عزیزی ص ۴۲ ج ۱)

پر محمول کرے۔ اور جبکہ توجہ الی القبلہ
ایمان کا خاصہ ہے خواہ خاصہ شاملہ ہو
یا غیر شاملہ اس لئے اہل ایمان کو "اہل
قبلہ" سے تعبیر کر دیتے ہیں جیسا کہ حدیث
میں وارد ہے کہ مجھے نماز پڑھنے والوں
کے قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے اور
مراد اس جگہ مسلمان ہیں۔ نیز نص
قرآن اس پر شاہد ہے کہ اہل قبلہ
وہی ہیں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی تمام لائی ہوئی چیزوں میں تصدیق
کرتے ہیں اور وہ نص حق تعالیٰ کا
یہ قول " اور اللہ کی راہ سے روکنا،
اور اس کے ساتھ کفر کرنا، اور مسجد
حرام کے ساتھ اور اس کے اہل کو اس
سے نکالنا، زیادہ شدید ہے اللہ کے
نزدیک" خوب سمجھ لینا چاہیئے۔

حافظ ابن قیمؒ نے شفاء العلیل میں انہی تاویلات باطلہ کے متعلق فرمایا:۔

ما فی الشفاء العلیل للحافظ
ابن القیمؒ والتاویل الباطل یتضمن

حافظ ابن قیمؒ کی شفاء علیل
میں ہے کہ " اور تاویل باطل متضمن

تعطيل ما جاء به الرسول والكذب
على المتكلم انه اراد ذلك المعنى
فتضمن ابطال الحق وتحقيق
الباطل ونسبة المتكلم الى ما لا
يليق به من التلبيس والالغاز
مع القول عليه بلا علم انه اراد
هذا المعنى فالمتأول عليه
ان يبين صلاحية اللفظ للمعنى
الذى ذكره اولا واستعمال
المتكلم له فى ذلك المعنى فى اكثر
المواضع حتى اذا استعمله فيما
يحتمل غيره يحمل على ما عهد
منه استعماله فيه وعليه ان
يقيم دليلا سالما عن المعارض
على الموجب لصرف اللفظ عن
ظاهره وحقيقته الى مجازه
واستعارته والا كان ذلك
مجرد دعوى منه فلا يقبل

ہے۔ رسولوں کی لائی ہوئی چیزوں
کو معطل کر لے گا اور متکلم پر جھوٹ
کو، کہ اس نے یہ معنی مراد لئے پس
لازم آئے گا اس سے ابطال حق،
اور باطل کا ثبوت، اور متکلم کی نسبت
ایسی چیز کی طرف جو اس کے شایان
شان نہیں یعنی تلبیس اور معمہ کی باتیں
کرنا نیز اس پر یہ افترا بلا علم کہ اس
نے اس سے یہ معنی مراد لئے۔ پس
تاویل کرنے والے پر لازم ہے کہ سب
سے پہلے یہ ثابت کرے کہ لفظ مستعمل
میں اس معنی کی صلاحیت ہے جو اس
نے ذکر کئے ہیں اور یہ بھی کہ متکلم نے
بھی اس کو اکثر مواضع میں انہی معنی
میں استعمال کیا ہے تا کہ جب متکلم
اس کو ایسے کلام میں استعمال کرے
جہاں دوسرا احتمال بھی ہو تو وہ اسی
معنی پر محمول ہو جس میں اس کا استعمال
مروج رہا ہے۔ اور اس پر یہ بھی لازم

ہے کہ دلیل قائم کرے ایسی کہ جو معارض سے سالم ہو اس بات پر کہ جو موجب ہوا ہے لفظ کو ظاہری اور حقیقی معنی سے مجاز اور استعارہ کی طرف پھیرنے کا۔ ورنہ تو یہ صرف ایک دعویٰ ہوگا جو قابل قبول نہ ہوگا۔

فتاویٰ ابن تیمیہ میں ہے:۔

ثم لو قدر انهم متاولون لم يكن تاويلهم سائغا بل تاويل الخوارج ومانعي الزكوٰة اوجه من تاويلهم اما الخوارج فانهم ادعوا اتباع القرآن وان ما خالفه من السنة لا يجوز العمل به اما مانعوا الزكوٰة فقد ذكروا انهم قالوا ان الله قال لنبيه فقط فليس علينا ان ندفعها لغيره فلم يكونوا يدفعونها لابي بكر ولا يخرجونها له۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ رح صفحہ ۲۹۷ ج ۴)

اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ یہ لوگ متاولین (یعنی تاویل کرنے والے) ہیں تو ان کی تاویل قابل قبول نہیں بلکہ خوارج اور مانعین زکوٰۃ کی تاویل تو اس سے زیادہ اقرب اور قابل قبول تھی۔ کیونکہ خوارج نے دعویٰ کیا تھا اتباع قرآن کا اور سنت میں جو قرآن کے مخالف ہو اس پر ترک عمل اور عدم جواز کا۔ اور مانعین زکوٰۃ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر فرمایا کہ: آپ لیجئے ان کے مالوں سے

صدقہ اور یہ خطاب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پس ہم پر غیر نبی کی طرف زکوٰۃ ادا کرنا لازم نہیں اس لئے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے۔

وفی ص۱۸۵ وقد اتفق الصحابة والائمة بعدهم علی قتال مانعی الزکوٰة وان کانوا یصلون الخمس ویصومون شهر رمضان وهؤلاء لم یکن لهم شبهة سائغة فلهذا کانوا مرتدین وهم یقاتلون علی منعها وان اقروا بالوجوب کما امر اللہ

اور ص۸۵ میں ہے اور صحابہ رض نے اور ائمہ رح نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرنے پر اجماع فرمایا اگرچہ وہ پانچ وقت کی نمازیں پڑھتے تھے۔ اور رمضان شریف کے روزے رکھتے تھے اور ان حضرات کو کوئی شبہ پیش نہیں آیا، لہٰذا یہ مرتد تھے اور ان سے جہاد کیا جائے گا۔ اس کے روکنے پر اگرچہ وہ اس کے وجوب کا اقرار کریں جیسا کہ حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

وقال من ص۶۹ بغیة المرتاد- وانما القصد ههنا التنبیه علی ان عامة هذه التاویلات مقطوع ببطلانها

یہاں مقصود اس بات پر تنبیہہ کرنا ہے کہ عام طور سے یہ تاویلیں یقیناً باطل ہیں اور جو شخص یہ تاویلیں کرتا یا ایسی تاویل کو جائز رکھتا ہے

وان الذی یتاوله اویسوغ تاویله فقد یقع فی الخطاء فی نظیرہ او فیه بل قد یکفر من تاویله

وہ کبھی اس کے مثل میں اور کبھی خود اسی میں خطائیں پڑ جاتا بلکہ کبھی تاویل کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

اور شرح جمع الجوامع میں ہے۔

جاحد المجمع علیه من الدین بالضرورۃ کافر قطعًا۔

جس چیز پر اجماع قطعی ثابت ہو اس کا منکر کافر ہے، قطعًا

اور علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی نے خیالی حاشیہ شرح عقائد میں لکھا ہے:۔

والتاویل فی ضروریات الدین لا یدفع الکفر (حاشیہ خیالی صـ۱۳۶)

اور ضروریات دین میں تاویل کرنا کفر سے نہیں بچا سکتا۔

اور شیخ اکبر محی الدین ابن العربی نے فتوحات مکیہ میں فرمایا ہے:۔

التاویل الفاسد کالکفر (باب ۲۸۹ صـ۸۵ / ۲۴)

تاویل فاسد کفر کی طرح ہے۔

اور وزیر یمانی کی ایثار الحق علی الخلق صـ۴۲۱ میں ہے:۔

لان الکفر هو جحد الضروریات من الدین او تاویلها۔

کیوں کہ کفر یہی ہے کہ ضروریات دین کا انکار کرنا یا اس کی تاویل کرنا۔

قاضی عیاض رح کی کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ میں ہے:۔

وکذلک یقطع بتکفیر من کذب او انکر قاعدۃ من

اور اسی طرح قطعی طور پر کافر کہا جائے گا اس شخص کو جو جھٹلائے

قواعد الشریعۃ وما عرف	یا انکار کرے قواعد شرعیہ میں سے کسی
یقینا بالنقل المواتر من فعل	قاعدہ کا یا اس چیز کا جو فعل رسول اللہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل متواتر کے
ووقع الاجماع المتصل علیہ	ساتھ یقینی طور پر معلوم ہوا ہے اور
کمن انکر وجوب الصلوات	اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے ۔
الخمس اوعدد رکعاتھا وسجداتھا	جیسے کوئی پانچ نمازوں یا ان کی رکعات
ویقول انما اوجب اللہ علینا	کے عدد یا سجدوں کا انکار کرے ۔
فی الکتاب الصلوٰۃ علی الجملۃ	اور یوں کہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید
وکونھا خمسا وعلی ھذا الصفات	میں نماز تو فی الجملہ واجب کی ہے ۔
والشروط لا اعلمہ اذلم یرد فی	ان صفات اور شروط کے ساتھ میں
القرآن نص جلی (شفاء)	اس کو نہیں مانتا ۔ کیونکہ اس کی قرآن
	میں کوئی نص جلی نہیں ہے ۔

اور شرح شفاء قاضی عیاض میں ہے :۔

وکذلک الغفی اجماعھم	ایسے ہی سب کا اجماع اس
علی ان مخالفۃ السمع الضروری	پر منعقد ہے کہ یقینی روایات کی مخالفت
کفر وخروج عن الاسلام ۔	کفر اور اسلام سے خروج ہے ۔

(صفہ ۱۲۱)

تنبیہہ یہاں صحابہ وتابعین اور ائمہ دین کی تصریحات سے یہ بات واضح ہو چکی کہ تاویل کرنے والے کی تکفیر نہ کرنے کا ضابطہ عام نہیں بلکہ وہ تاویل جو

ضروریات دین کے خلاف کی جائے وہ تاویل نہیں، بلکہ تحریف اور الحاد ہے اور باجماع امت کفر ہے۔ اور اگر تاویل مطلقاً دفع کفر کے لئے کافی سمجھی جلئے تو شیطان بھی کافر نہیں رہتا کہ وہ بھی اپنے فعل کی تاویل پیش کر رہا ہے۔ خلقتنی من نار و خلقته من طین، اسی طرح بت پرست مشرکین بھی کافر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان کی تاویل تو خود قرآن میں مذکور ہے ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ۔ ذلفی۔ اس سے واضح ہو گیا کہ جو تاویل کسی نص صریح یا اجماع یا ضروریات دین کے مخالف ہو وہ تاویل نہیں بلکہ تحریف اور تکذیب رسول ہے جس کا دوسرا نام الحاد و زندقہ ہے۔

مسئلہ تکفیر اہل قبلہ

جو لوگ ایمان و اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور نماز، روزہ وغیرہ کے پابند ہیں مگر اسلام کے کسی قطعی اور یقینی حکم میں تاویلات باطلہ کرکے تصریحات کتاب وسنت اور اجماع امت کے خلاف اس کا مفہوم بدلتے ہیں، ان کو کافر و مرتد قرار دینے پر دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ کلمہ گو اہل قبلہ ہیں اور اہل قبلہ کی تکفیر باتفاق امت ممنوع ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس جگہ اہل قبلہ کے مفہوم کو واضح کیا جائے۔

اصل اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں ہیں۔ ایک وہ جو بخاری ومسلم وغیرہ میں اطاعت امرار کے بارے میں حضرت انسؓ سے منقول ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

من شهد ان لا اله الا الله واستقبل قبلتنا وصلى صلوتنا واكل ذبيحتنا فهو مسلم۔ الا ان تروا كفرا بواحا عندكم من الله فيه برهان۔	جو شخص لا الہ الا اللہ کی شہادت دے اور ہمارے قبلہ کا استقبال کرے اور ہماری نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہی مسلمان ہے مگر یہ کہ دیکھو تم کفر صریح۔ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں دلیل ہو۔

اور دوسری روایت ابو داؤد کتاب الجہاد میں ہے جس کا متن یہ ہے:۔

عن انس قال قال	حضرت انس رضؓ سے روایت ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ثلاث من اصل الایمان الکف	فرمایا کہ تین چیزیں اصل ایمان ہیں
عمن قال لا الہ الا اللہ ولا تکفرہ	رکنا اس شخص سے جو لا الہ الا اللہ
بذنب ولا تخرجہ من الاسلام	کہے اور نہ تکفیر کرو اس کی کسی گناہ
بعمل الحدیث۔	کے سبب اور نہ اسے خارج از اسلام
	قرار دو کسی عمل کے سبب۔

اس میں سے پہلی حدیث میں تو ختم کلام پر خود ہی تصریح کر دی گئی ہے کہ کلمہ گو کو اس وقت تک کافر نہ کہا جائے گا جب تک اس سے کوئی قول یا فعل موجب کفر صریح اور نا قابل تاویل یقینی طور پر ثابت نہ ہو جائے۔

اور دوسری حدیث کے الفاظ میں اس کی تصریح ہے کہ کسی گناہ یا عمل کی وجہ سے خواہ وہ کتنا ہی سخت ہو کافر نہ کہا جائے گا۔ لیکن باتفاق علماء امت، گناہ سے مراد اس جگہ کفر کے سوا دوسرے گناہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عملی خرابیاں، فسق و فجور کتنا ہی زیادہ ہو جائے ان کی وجہ سے اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جائے گا۔ نہ یہ کہ وہ قطعیات اسلام کے خلاف عقائد کا اظہار بھی کرتا رہے تب بھی اس کو کافر کافر نہ سمجھا جائے۔

مانعین زکوۃ اور مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کی جماعت کو کافر و مرتد قرار دے کر، ان سے جہاد کرنے پر صحابہ کرام کا اجماع اس کی کھلی ہوئی

شہادت ہے کہ اہل قبلہ جن کی تکفیر ممنوع ہے۔ اس کا مفہوم یہ نہیں کہ جو قبلہ کی طرف منہ کرے یا نماز پڑھ لے۔ اس کو کسی عقیدہ باطلہ کی وجہ سے بھی کافر نہ کہا جائے۔ بلکہ معلوم ہوا کہ کلمہ گو یا اہل قبلہ یہ دو اصطلاحی لفظ ہیں، ان کے مفہوم میں صرف وہ مسلمان داخل ہیں جو شعائر اسلام نماز وغیرہ کے پابند ہونے کے ساتھ تمام موجبات کفر اور عقائد باطلہ سے پاک ہوں۔

اہل قبلہ کا یہ مفہوم، تمام علمار امت کی کتابوں میں بصراحت ووضاحت موجود ہے۔ ذیل میں چند اقوال ائمہ اسلام کے پیش کئے جاتے ہیں جن سے دو چیزوں کی شہادت پیش کرنا مقصود ہے۔

(۱) "اہل قبلہ" کا صحیح مفہوم

(۲) اصل موضوع بحث پر شہادت کہ اسلام کے قطعی اور یقینی احکام میں قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت شدہ مفہوم کے خلاف کوئی مفہوم قرار دینا بھی تکذیب رسول کے حکم میں ہے۔ اور ایسی تکذیب کو "زندقہ و الحاد" کہا جاتا ہے۔

محقق ابن امیر الحاج جو حافظ ابن حجر اور شیخ ابن ہمام کے مشہور شاگرد اور محقق ہیں، شرح تحریر الاصول "اہل قبلہ" کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

ھو الموافق علی ما ھو من ضروریات الاسلام کحدوث العالم وحشر الاجساد من غیر	اہل قبلہ وہ ہے جو موافق ہو تمام ضروریات اسلام کے، جیسے عالم کا حدوث، اور حشر اجساد، اس

ان يصدر عنه شئ من موجبات
الكفر قطعا من اعتقاد راجع الى
وجود اله غير الله تعالى او
حلوله فى بعض اشخاص الناس
او انكار نبوة محمد صلى الله عليه
وسلم او ذمه او استخفافه
ونحو ذلك المخالف فى اصول
سواها (الى ان قال) وقد ظهر
من هذا ان عدم تكفير اهل
القبلة بذنب ليس على عمومه
الا ان يحمل الذنب على ما ليس
بكفر فيخرج الكفر به كما اشار
اليه السبكى۔

(شرح تحریر)

طرح پر کہ اس سے کوئی چیز موجبات
کفر میں سے صادر نہ ہو۔ مثلاً ایسا
اعتقاد جو مفضی ہو حق تعالیٰ کے
ساتھ دوسرے خدا کے ملنے کو اور
خدا تعالیٰ کے کسی شخص میں حلول
کرنے کو، یا نبوۃ محمدیہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے انکار کو، یا آپ کی مذمت
یا آپ کے استخفاف کو۔ اور اسی
طرح کی اور باتیں (یہاں تک کہ
مصنف فرماتے ہیں کہ) اسی سے
ظاہر ہو گیا کہ اہل قبلہ کی کسی گناہ کی
وجہ سے تکفیر نہ کرنے کی حدیث اپنے
عموم پر نہیں ہے۔ ہاں اگر گناہ سے
مراد، کفر کے علاوہ لیا جاوے جیسا
کہ علامہ سبکی رحمہ نے اس طرف اشارہ
فرمایا ہے تو عموم مراد ہو سکتا ہے۔

نیز شرح مقاصد میں عدم تکفیر اہل قبلہ کی توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

قال المبحث السابع
فى حكم مخالف الحق من اهل

ساتواں مبحث اس شخص کے
حکم میں جو مخالف حق ہو۔ اہل قبلہ

القبلة ليس بكافر مالم يخالف ما هو من ضروريات الدين كحدوث العالم وحشر الاجساد۔

قال الشارح: ومعناه ان الذين اتفقوا على ما هو من ضروريات الاسلام كحدوث العالم وحشر الاجساد وما يشبه ذلك واختلفوا في اصول سواها كمسئلة الصفات وخلق الافعال وعموم الارادة وقدم الكلام وجواز الروية ونحو ذلك مما لا نزاع فيه ان الحق فيه واحد هل يكفر المخالف للحق بذلك الاعتقاد وبالقول به ام لا۔ فلا نزاع في كفر اهل القبلة المواظب طول العمر على الطاعات باعتقاد قدم العالم ونفي الحشر ونفي العلم بالجزئيات ونحو ذلك وكذا بصدور شيء

میں سے کہ وہ کافر نہیں جب تک مخالفت نہ کرے کسی چیز کی ضروریات دین میں سے جیسے عالم کا حادثات ہونا اور حشر ونشر۔

شارح فرماتے ہیں:۔ اور معنی اس کے یہ ہیں کہ جو لوگ ضروریات اسلام پر تو متفق ہیں جیسے حدوث علم اور حشر وغیرہ۔ اور ان کے سوا، دوسرے اصول میں اختلاف کرتے ہیں، جیسے "مسئلہ صفات" اور "خلق افعال" اور "عموم ارادہ" اور "کلام اللہ کا قدیم" ہونا اور "رویۃ اللہ کا جواز" وغیرہ جن میں کوئی نزاع اس امر میں نہیں ہے کہ اس میں حق ایک ہی ہے تو کیا اس اعتقاد اور اس کا قائل ہونے کی وجہ سے اس مخالف حق کی تکفیر کی جائے گی یا نہیں؟ سو کوئی اختلاف نہیں ہے ایسے اہل قبلہ کی تکفیر میں جو تمام عمر

من موجبات الکفر عند (شرح مقاصد)

طاعات پر مداومت کرنے کے ساتھ "قدم عالم" اور "نفی حشر اور نفی بالجزئیات" وغیرہ کا قائل ہو اور اسی طرح موجبات کفر میں سے کسی چیز کے صدور سے اس کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں۔

اور علی قاری رح کی شرح فقہ اکبر میں ہے :-

اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضروريات الدين كحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله تعالى بالجزئيات وما اشبه ذلك من المسائل المهمات فمن واظب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم ونفي الحشر او نفي علمه سبحانه تعالى بالجزئيات لا يكون من اهل القبلة وان المراد باهل القبلة عند اهل

جاننا چاہیئے کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین پر متفق ہیں جیسے حدوث عالم اور حشر و نشر۔ اور علم اللہ بالجزئیات وغیرہ پس جو شخص تمام عمر طاعات و عبادات کا پابند ہونے کے باوجود قدم علم اور نفی حشر یا نفی علم اللہ بالجزئیات کا معتقد ہو وہ اہل قبلہ نہیں ہے اور مراد اہل قبلہ سے اہل سنت کے نزدیک یہ ہے کہ اسکی تکفیر اس وقت تک نہ کی جائیگی جبتک علامات کفر میں سے کوئی چیز اسمیں نہ پائی جائے اور جبتک اس سے موجبات کفر میں سے کوئی بات سرزد نہ ہو۔

السنة انه لا يكفر ما لم يوجد
شئی من امارات الكفر ولم
يصدر عنه شئی من موجباته

(شرح فقہ اکبر ص۱۸۹)

اور فخر الاسلام بزدوی کی کشف الاصول باب الاجماع ص۲۳۸ ج۳ میں۔ نیز امام سیف الدین آمدی کی کتاب الاحکام فی اصول الاحکام میں اور غایۃ التحقیق شرح اصول حسامی میں ہے:۔

ان غلا فيه (ای فی ھواہ) حتی وجب اکفارہ بہ لا يعتبر خلافہ ووفاقہ ايضا لعدم دخولہ فی مسمی الامة المشهود لها بالعصمة وان صلى الى القبلة واعتقد نفسه مسلما لان الامة ليست عبارة عن المصلين الى القبلة بل عن المؤمنين وهو كافر وان كان لا يدری انه كافر۔	اگر غلو کیا اپنی خواہشات نفسانیہ میں حتیٰ کہ واجب ہو گئی اس کی تکفیر اس کی وجہ سے اجماع میں اس کے خلاف یا مخالفت کا اعتبار نہ ہو گا۔ اور اگرچہ وہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔ کیونکہ "امت" قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کا نام نہیں ہے۔ بلکہ "مومنین" کا نام ہے، اور وہ کافر ہے، اگرچہ اس کو اپنے کافر ہونے کا علم نہ ہو۔

(غایۃ التحقیق)

اور رد المختار باب الامامۃ میں علامہ شامی نے بحوالہ شرح تحریر الاصول ابن ہمام لکھا ہے:-

لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اھل القبلۃ المواظب طول عمرہ علی الطاعات کما فی شرح التحریر (شامی ص۳۷۷ ج۱)	جو شخص ضروریات اسلام کا مخالف ہو اس کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور تمام عمر طاعات پر پابند رہے۔

اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے:-

والحاصل ان المذھب عدم تکفیر احد من المخالفین فیما لیس من الاصول المعلومۃ من الدین ضرورۃ (بحر)	اور حاصل یہ ہے کہ مذہب یہ ہے کہ مخالفین میں سے کسی کی تکفیر نہ کی جائے۔ جو اصول دین کے سوا کسی چیز میں مخالف ہیں۔

اور شرح عقائد نسفی کی شرح نبراس میں ہے:-

اھل القبلۃ فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین ای الامور التی علم ثبوتھا فی الشرع واشتھر فمن انکر شیئا من الضروریات کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ	اہل قبلہ متکلمین کی اصطلاح میں وہ ہے جو تمام ضروریات دین کی تصدیق کرتا ہو یعنی ان امور کی جن کا ثبوت شریعت میں معلوم ومشہور ہے۔ پس جو انکار کرے کسی چیز کا ضروریات دین میں سے جیسے حدوث

سبحانه بالجزئيات وفرضية الصلوٰة والصوم لم يكن من اهل القبلة ولو كان مجاهدا بالطاعات وكذالك من باشر شيئا من امارات التكذيب كسجود الصنم والاهانة بامر شرعي والاستهزاء عليه فليس من اهل القبلة ومعنى عدم تكفير اهل القبلة ان لا يكفر بارتكاب المعاصي ولا بانكار الامور الخفية غير المشهورة

(نبراس ص ۵۷۳)

عالم اور حشر اور علم اللہ بالجزئیات اور فرضیت نماز و روزہ تو وہ اہل قبلہ سے نہ ہوگا۔ اگرچہ وہ طاعات کا پابند ہو۔ اور اسی طرح وہ شخص بھی اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا جو کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرے جو کہ تکذیب کی کھلی علامت ہے۔ جیسے بت کو سجدہ کرنا یا کسی ایسے امر کا ارتکاب کرے کہ جس امر شرعی کا استہزاء اور اہانت ہو وہ اہل قبلہ نہیں ہے اور اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ارتکاب معاصی سے اس کی تکفیر نہ کی جائے یا امور خفیہ غیر مشہورہ کے انکار سے اس کی تکفیر نہ کی جائے۔

اور علم عقائد کی معروف و مستند کتاب مواقف میں ہے۔

لا يكفر اهل القبلة الا فيما فيه انكار ما علم مجيئه به بالضرورة او اجمع عليه

اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے گی مگر اس صورت میں کہ اس میں ضروریات دین کا انکار یا ایسی چیز کا انکار لازم

کا استحلال المحرمات۔

آئے جس پر اجماع ہو چکا ہے جیسے حرام اشیاء کو حلال سمجھنا۔

اور شرح فقہ اکبر میں ہے:-

ولا یخفی ان المراد بقول علمائنا لا یجوز تکفیر اھل القبلة بذنب لیس مجرد التوجه الی القبلة فان الغلاة من الروافض الذین یدعون ان جبرئیل غلط فی الوحی فان اللہ تعالیٰ ارسله الی علیؓ وبعضهم قالوا انه الٰہ۔ وان صلوا الی القبلة لیسوا بمؤمنین وھذا ھو المراد بقوله صلی اللہ علیه وسلم من صلے صلوتنا واکل ذبیحتنا فذلک مسلم۔

(شرح فقہ اکبر)

یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ہمارے علماء کے اس قول کی مراد، کہ "اہل قبلہ کی تکفیر کسی گناہ کے سبب جائز نہیں" محض قبلہ کی طرف رخ کر لینے کی نہیں۔ کیونکہ بعض متشدد روافض ایسے ہیں جو مدعی ہیں کہ جبریلؑ نے وحی لانے میں غلطی کی کیونکہ حق تعالیٰ نے ان کو حضرت علیؓ کے پاس بھیجا تھا۔ اور بعض روافض کہتے ہیں کہ حضرت علی معبود ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتے رہیں مگر مومن نہیں۔ اور یہی مراد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی " جو ہماری نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہی مسلم ہے"۔

اور کلیات ابوالبقار میں ہے :-

فلا نکفر اہل القبلۃ
مالم یأت بما یوجب الکفر و
ھذا من قبیل قولہ تعالیٰ ان
اللہ یغفر الذنوب جمیعًا مع ان
الکفر غیر مغفور - ومختار جمہور
اہل السنۃ من الفقہاء
والمتکلمین عدم اکفار اہل القبلۃ
من المبتدعۃ الماؤلۃ فی
غیر الضروریۃ لکون التاویل
شبہۃ کما فی خزانۃ الجرجانی
والمحیط البرہانی واحکام الرازی
واصول البزودی ورواہ الکرخی
والحاکم الشہید عن الامام ابی
حنیفۃ والجرجانی عن الحسن
بن زیاد وشارح المواقف
والمقاصد والآمدی عن
الشافعی والاشعری لا مطلقا

(کلیات ابی البقار ص۵۵۳)

پس ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرینگے جب تک ان سے موجبات کفر کا صدور نہ ہو - اور یہ اسی طرح ہے جیسے حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے" باوجود اس کے کفر غیر مغفور ہے.

اور مذہب جمہور اہل السنت کا فقہا و متکلمین میں سے، بدعتی جو تاویلات کرتے ہیں غیر ضروریات دین میں، ان کے متعلق یہ ہے کہ ان کی تکفیر نہ کی جائے، جیسا کہ خزانۂ جرجانی، اور محیط برہانی اور احکام رازی اور اصول بزدوی میں ہے اور یہی روایت کیا ہے کرخی اور حاکم شہید نے امام ابو حنیفہؒ سے اور جرجانی سے حسن بن زیاد سے اور شارح مواقف اور المقاصد اور آمدی نے شافعی سے اور اشعری سے -

اور فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں ہے:-

اذ لا نکفر احدا من	ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی
اھل القبلۃ الا بانکار قطعی	تکفیر نہیں کرتے مگر بسبب انکار
من الشریعۃ (ص۳۴۳)	کے کسی قطعی حکم شرع کا

اور امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اپنے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے:-

وچوں ایں فرقۂ مبتدعہ اہل	اور چونکہ یہ فرقۂ مبتدعہ اہل قبلہ میں
قبلہ اند در تکفیر آنہا جرأت نباید نمود	اس لئے ان کی تکفیر میں جرأت نہیں کرنی
تا زمانے کہ انکار ضروریات دینیہ	چاہیئے جب تک کہ یہ ضروریات دین کا انکار
ننمایند و رد متواترات احکام شرعیہ	اور متواترات احکام شرعیہ کا رد
نکنند و قبول ما علم مجیئہ من الدین	نہ کریں۔ اور ضروریات دین کو قبول
بالضرورۃ نکنند (مکتوبات ص۳۶ ج۲ ص۹)	نہ کریں۔

عقائد عضدیہ میں ہے:-

لا نکفر احدا من اھل	ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر
القبلۃ الا بما فیہ نفی الصانع	نہیں کریں گے مگر اس سبب سے کہ
المختار او بما فیہ شرک او انکار	اس میں حق تعالیٰ کے وجود کی نفی ہو
النبوۃ وانکار ما علم من الدین	اور یا جس میں شرک ہو یا انکار نبوت
بالضرورۃ او انکار مجمع علیہ	ہو یا ضروریات دین کا انکار ہو، یا
واما غیر ذلک فالقائل مبتدع	کسی مجمع علیہ امر کا انکار ہو۔ اور
ولیس بکافر۔	اس کے سوا، پس اس کا قائل

مبتدع ہے کافر نہیں۔

کسی مُدعی اسلام کی تکفیر میں

انتہائی احتیاط

مذکور الصدر تقریر سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ ہر قبلہ کی طرف منہ کرنے والے کو اہل قبلہ نہیں کہتے یہ شریعت کا ایک اصطلاحی لفظ ہے جو صرف ان لوگوں کے حق میں بولا جاتا ہے جو ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھیں اور ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار یا تحریف نہ کریں جس کی بنا پر بہت سے ایسے لوگوں کو بھی کافر قرار دینا پڑے گا جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور نماز روزہ بھی ادا کرتے ہیں قرآن کی تلاوت اور خدمت بھی کرتے ہیں مگر اسلام کے قطعی اور ضروری احکام میں سے کسی حکم کے منکر ہیں۔

لیکن اس جگہ ایک دوسری بے احتیاطی کا خطرہ ہے کہ مسلمانوں میں باہمی تکفیر کا دروازہ کھل سکتا ہے جو ان کے لئے تباہی کا راستہ ہے۔ اور ایک زمانہ سے یہ خطرہ صرف خطرہ ہی نہیں رہا۔ بلکہ ایک واقعہ بن گیا ہے کہ حقائق دین سے ناواقف کچھ نام کے علماء نے یہ پیشہ بنا لیا کہ ذرا ذرا سی بات پر مسلمان کو کافر قرار دینے لگے۔ باہمی کفر کے فتوے چلنے لگے اس میں ان لوگوں کو کتب فقہ کے ان مسائل سے بھی دھوکا لگا جو کلمات کفریہ کے نام سے بیان کئے جاتے ہیں کہ فلاں فلاں باتیں کلمہ کفر ہیں جن کا حاصل اس

کے سوا نہیں کہ جس کلمہ سے قطعیات اسلام میں سے کسی چیز کا انکار نکلتا ہے، اس کو کلمہ کفر قرار دیا گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حضرات فقہا نے اس کی بھی تصریح فرمادی ہے کہ ان کلمات کے کلمات کفر ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جس شخص کی زبان سے یہ کلمات نکلیں اس کو بے سوچے سمجھے اور بدون تحقیق مراد کے کافر کہہ دیا جائے جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس کی مراد وہی معنی و مفہوم ہیں جو کافرانہ عقیدہ یا کسی ضروری اسلام کا انکار ہے۔

لیکن حقیقت حال سے ناواقف لوگوں نے ان کلمات ہی کو فیصلہ کا مدار بنالیا۔ اور تکفیر بازی شروع کردی۔ جس کی ایک بھاری مضرت تو یہ ہوئی کہ ایک مسلمان کو کافر کہنا بڑا سخت معاملہ ہے جس کے اثرات پورے اسلامی معاشرہ پر پڑتے ہیں اس کے علاوہ اس میں اپنے ایمان کا خطرہ ہوتا ہے جس کا بیان گذر چکا ہے۔ دوسری طرف اس تکفیر بازی سے یہ شدید نقصان پہنچا کہ فتوائے کفر ایک معمولی چیز ہو کر رہ گئی ہے جو مدعی اسلام درحقیقت کافر ہیں ان کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ لوگ تو ایک دوسرے کو کافر کہا ہی کرتے ہیں ہم بھی اس تکفیر بازی کے شکار ہیں۔

اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ اس جگہ کو بھی واضح کردیا جائے کہ کسی ایسے شخص کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے کافر قرار دینے میں انتہائی احتیاط لازم ہے معمولی باتوں پر یا کسی محتمل اور مبہم کلام پر بغیر تحقیق مراد کے ایسا فتویٰ دینے میں اپنے ایمان کا خطرہ ہے اس بے احتیاطی کے متعلق امام غزالیؒ

کا مفصل مقالہ آپ اوپر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ مزید توضیح و تاکید کے لئے مندرجہ ذیل سطور اور لکھی جاتی ہیں۔

تکفیر مسلم خود کفر ہے

حدیث صحیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اکفر رجلٌ رجلا الاباء احدھما بہ۔ ان کان کافرا والا کفر بتکفیرہ وفی روایۃ فقد وجب الکفر علی احدھما۔ (ترغیب وترہیب المنذر رد الکفار ۴۵۳)	حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں تکفیر کرتا، کوئی شخص کسی شخص کی مگر ان دونوں میں سے ایک کفر کا مستحق ہو جاتا ہے کیونکہ اگر وہ شخص فی الواقع کافر تھا تب تو وہ کافر ہوا ہی۔ ورنہ یہ تکفیر کرنے والا اس کی تکفیر کے سبب کافر ہو گیا۔ اور ایک روایت میں کہ ان دونوں میں سے ایک کفر واجب ہو گیا۔

ایک شبہ اور جواب خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو کافر کہا گیا ہے اگر وہ واقع میں کافر نہیں ہے تو کہنے والا کافر ہو جائیگا لیکن کفر کی جو تعریف نبض قرآن اوپر لکھی گئی ہے وہ بظاہر اس شخص پر منطبق

نہیں ہوتی جس نے کسی کو بلا وجہ شرعی غلط طور پر کافر کہہ دیا۔ کیوں کہ ایسا کہنے والے نے نہ خدا کی تکذیب کی اور نہ اس کے رسول کی اسی لئے بعض فقہاء نے اس کے محض تہدید و تخویف پر محمول کیا ہے جیسے ترک صلوٰۃ پر فقہی کفر کے الفاظ بطور تہدید کے آتے ہیں جن سے حقیقی کفر مراد نہیں۔

اور مختصر مشکل الآثار میں (حسب منقول از اکفار الملحدین ص۱۵) اور امام غزالیؒ نے اپنی کتاب ایثار الحق علی الخلق صفحہ ۴۳۲ میں اس کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ کسی کو کافر کہنے سے اس جگہ یہ مراد ہے کہ اس کے عقائد و خیالات کفر ہیں تو اگر فی الواقع اس کے عقائد میں کوئی چیز کفر کی نہیں بلکہ سب عقائد ایمان کے ہیں تو گویا ایمان کو کفر کہنا لازم آئے گا اور ایمان کو کفر کہنا بلاشبہ اللہ اور رسول کی تکذیب ہے قرآن کا ارشاد ہے۔

ومن یکفر بالایمان	جو شخص ایمان سے انکار
فقد حبط عملہ	کرے اس کے عمل ضائع ہو گئے۔

حاصل یہ ہے کہ جس شخص کے عقائد میں کوئی چیز کفر کی نہیں خواہ اعمال اس کے کتنے ہی خراب ہوں اس کو کافر کہنا جائز نہیں بلکہ ایسے شخص کو کافر کہنے سے خود کہنے والے کا ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔ کیوں کہ اس کو کافر کہنے حاصل یہ ہوتا ہے کہ گویا ایمان کو کفر کہہ رہا ہے۔ اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جس شخص کے عقائد میں کوئی عقیدہ کفریہ ہے اس کی وجہ سے اگر کسی نے اس کو کافر کہہ دیا تو کہنے والا بالاتفاق کافر نہیں ہو گا کیوں کہ اس نے ایمان کو کفر قرار نہیں دیا اگرچہ حضرات فقہا اور علمائے محققین نے ایسی

حالت میں بھی اس کو کافر کہنے میں جلد بازی کرنے سے سختی سے منع کیا ہے جب تک کہ اس کے عقیدہ کفریہ کا کلمہ کفریہ کی کوئی جائز تاویل ہو سکتی ہے اس کو کافر کہنا جائز نہیں سمجھا تاہم اگر کسی نے کسی عقیدہ یا کلمہ کفر کو سن کر جلد بازی میں کافر کہدیا تو کہنے والا باجماع فقہا کافر نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی شخص کو کسی کے متعلق غلط خبر یا غلط فہمی یا کسی اور وجہ سے کسی عقیدہ کفریہ کا دھوکا اور مغالطہ ہو۔ مثلاً اس کو خیال ہو کہ فلاں آدمی نے معاذ اللہ کسی نبی کی توہین کی ہے یا اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی ہے تو ایسی صورت میں لازم تو یہ تھا وہ اس خیال کی تحقیق کرتا اور خلاف واقعہ پاکر بدگمانی سے باز آجاتا لیکن اس نے بے احتیاطی سے محض اپنے خیال کی بنا پر اس کو کافر کہہ دیا اس صورت میں بھی کہنے والے نے چونکہ ایمان کو کفر نہیں کہا اس لئے کہنے والا کافر نہیں ہوگا۔ یہ دوسری بات ہے کہ بے احتیاطی کی وجہ سے گنہگار ہو۔

حضرات فقہاء نے اس معاملہ میں اس درجہ احتیاط کا حکم دیا ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی مشتبہ کلام سرزد ہو جائے جس میں سو احتمال میں سے ننانوے احتمالات مضمون کفر ہونے کے ہوں اور صرف ایک احتمال عبارت میں اس کا بھی ہو کہ اس کے کوئی صحیح اور جائز معنی بن سکتے ہوں تو مفتی پر لازم ہے کہ ننانوے احتمالات کو چھوڑ کر اسی ایک احتمال کی طرف مائل ہو اور اس کو کافر کہنے سے باز رہے بشرطیکہ وہ خود اپنے کسی قول و فعل سے اس کی تصریح نہ کردے کہ اس کی مراد وہی معنی ہیں جن سے کفر عائد ہوتا ہے فتاویٰ عالمگیری

میں اسی مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے :-

اذا کان فی المسئلۃ وجوہٌ	جب کسی مسئلہ میں متعدد وجوہ
توجب الکفر ووجہ واحدٌ	کفر کی موجب ہوں اور ایک وجہ
یمنع فعلی المفتی ان یمیل الی	مانع کفر ہو، تو مفتی کے ذمہ ضروری
ذلک الوجہ الا اذا صرح بارادۃ	ہے کہ اس ایک وجہ کی طرف مائل ہو
ما یوجب الکفر فلا ینفعہ التاویل	مگر جبکہ قائل اس وجہ کی تصریح کردے
حینئذٍ۔	جو موجب کفر ہے تو پھر تاویل سے
	اس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

تنبیہ :- یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ فقہا کے اس کلام کے یہ معنی نہیں جو بعض جہلانے سمجھے ہیں کہ کسی شخص کے عقائد واقوال میں ایک عقیدہ وقول بھی ایمان کا ہو تو اس کو مومن سمجھو کیونکہ یہ معنی ہوں تو پھر دنیا میں کوئی کافر حتیٰ کہ شیطان ابلیس بھی کافر نہیں رہتا کیونکہ ہر کافر کا کوئی نہ کوئی عقیدہ اور قول تو ضرور ہی ایمان کے موافق ہوتا ہے بلکہ مقصد حضرات فقہا کا یہ ہے کہ کسی شخص کی زبان سے نکلا ہوا کوئی کلمہ جو لغت وعرف کے اعتبار سے مختلف معانی پر محمول ہو سکتا ہے جن میں ایک معنی کے اعتبار سے یہ کلمہ عقیدہ کفریہ سے نکل جاتا ہے اور دوسرے تمام معانی اس کو عقیدہ کفریہ ٹھہراتے ہیں تو ایسی حالت میں مفتی پر لازم ہے کہ اس کے کلام کو صحیح معنی پر محمول کرکے اس کو مومن ہی قرار دے بشرطیکہ وہ خود ایسی تصریح نہ کردے کہ اس کی مراد معنی کفری ہیں۔

الغرض حدیث مذکور میں کسی مسلمان کو غلط طور پر کافر کہنے کو خود کہنے والے کے لئے کفر قرار دیا ہے خواہ محض تہدید و تخویف کے لئے ہو جیسا کہ بعض فقہانے سمجھا ہے (الیواقیت للشعرانی) یا اس سے حقیقۃً کفر مراد ہو بہر صورت حدیث سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ کسی مدعی اسلام کو کافر کہنے میں سخت احتیاط لازم ہے۔

اور اسی بنار پر محققین علمار و فقہانے ایسے کلمات وعقائد کی بنار پر جن کے کفر ہونے میں علمار کا اختلاف ہو یا اس کے کوئی صحیح معنی کسی تاویل جائز سے بن سکتے ہوں۔ کسی مسلمان کی تکفیر کو جائز نہیں سمجھا۔

احتیاط کا دوسرا پہلو

جس طرح فروعی اختلافات کی وجہ سے یا کسی محتمل اور مبہم کلام کی وجہ سے یا کسی ایسے عقیدہ و کلمہ کی وجہ سے جس کے کفر ہونے میں علما کا اختلاف ہو کسی مسلمان کو کافر کہنا سخت بے احتیاطی اور اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے کیونکہ اس صورت میں ایمان کو کفر کہنا لازم آتا ہے ٹھیک اسی طرح کسی یقینی کافر کو مسلمان ٹھہرانا بھی نہایت خطرناک جرم اور اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے کیونکہ اس سے کفر کو ایمان قرار دینا لازم آتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ایمان کو کفر یا کفر کو ایمان قرار دینا اگر اپنے اختیار و ارادہ سے ہو تو بلا شبہ کفر ہے ورنہ کفر کے خطرہ سے تو خالی نہیں۔

علاوہ ازیں کسی کافر کو مسلمان کہہ دینا محض ایک لفظی سخاوت نہیں

بلکہ پوری ملت اور اسلامی معاشرہ پر ظلم عظیم ہے کیونکہ اس سے پوری ملت کا معاشرہ متاثر ہوتا ہے۔ نکاح، نسب، میراث، ذبیحہ، امامت نماز اور اجتماعی اور سیاسی حقوق سبھی پر اثر پڑتا ہے اس لئے کفر کی وہ صورت جس کو حسب تقریر مذکور اصطلاح شرع میں زندقہ اور الحاد کہا جاتا ہے جس میں ایک شخص خدا اور رسول کے ماننے کا دل سے اور زبان سے معترف بھی ہے اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ شعائر اسلام کا پابند بھی ہے مگر اس کے ساتھ کچھ عقائد کفریہ رکھتا ہے یا ضرورت دین میں تاویل باطل کرکے احکام دین کی تحریف کرتا ہے اس کا معاملہ نہایت خطرناک مزلۃ الاقدام ہے اس میں ذرا سی بے احتیاطی ایک حقیقی مسلمان کو اسلام سے خارج بھی کر سکتی ہے اور ایک دشمن اسلام کافر کو اسلامی برادری کا مار آستین بھی بنا سکتی ہے اور یہ دونوں خطرے ملت کے لئے بڑے عظیم اور ان کے عواقب و نتائج نہایت دوررس ہیں

فوائد ضروریہ

منقول از رسالہ وصول الافکار

ابناء زمانہ کی افراط و تفریط اور کفر و اسلام کے معاملہ میں بے احتیاطی دیکھ کر آج سے تیس سال پہلے ۱۳۵۱ھ میں احقر نے ایک سوال کے جواب میں مفصل مقالہ لکھا تھا جو بنام وصول الافکار الی اصول الاکفار شائع بھی ہو چکا ہے اس جگہ بھی اس کا خلاصہ لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کسی مسلمان کو کافر یا کافر کو مسلمان کہنا دونوں جانب سے نہایت ہی سخت معاملہ ہے قرآن کریم نے دونوں صورتوں پر شدید نکیر فرمائی ہے۔ مسلمان کو کافر کہنے کے متعلق ارشاد ہے :-

یا ایھا الذین امنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمنا تبتغون عرض الحیوٰۃ الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرۃ کذالک کنتم من قبل فمن اللہ علیکم فتبینوا ان اللہ بما تعلمون خبیرا

(سورہ نساء پ ۵ ع)

اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کرکے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش میں یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں کیونکہ خدا کے پاس بہت غنیمت کے مال ہیں پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا سو غور کرو بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ یعنی جب تم اول مسلمان ہوئے تھے اگر تمہیں بھی یہی کہدیا جاتا کہ تم مسلمان نہیں تو تم کیا کرتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنا اسلام ظاہر کرے تو جب تک اس کے کفر کی پوری تحقیق نہ ہو جائے اس کو کافر کہنا جائز اور وبال عظیم ہے۔

اسی طرح اس کے مقابل یعنی کافر کو مسلمان کہنے کی ممانعت اس آیت میں ہے

اتریدون ان تھدوا من اضل اللہ ومن یضلل اللہ فلن تجد لہ سبیلا (نساء پ ۵)

کیا تم لوگ اس کا ارادہ رکھتے ہو کہ ایسے لوگوں کو ہدایت کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے گمراہی میں ڈال رکھا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں اس کے لئے کوئی سبیل نہ پاؤگے

تفسیر جلالین میں ان تہدوا کی تفسیر یہ کی ہے ای تعدوہم من جملۃ المہتدین یعنی کفار کو اہل ہدایت شمار کرنا۔

سلف صالح صحابہ وتابعین اور مابعد کے ائمہ مجتہدین نے اس بارہ میں بڑی احتیاط سے کام لینے کی ہدائتیں فرمائی ہیں۔ حضرات متکلمین اور فقہاء نے اس باب کو نہایت اہم اور دشوار گذار سمجھا ہے اور اس میں داخل ہونیوالوں کے لئے بہت زیادہ تیقظ وبیداری کی تلقین فرمائی ہے۔

چنانچہ علامہ قاری رحہ نے شرح شفا فصل (تحقیق القول فی اکفار المتاولین) میں امام الحرمین کا یہ قول نقل فرمایا ہے:-

ادخال کافر فی الملۃ الاسلامیۃ او اخراج مسلم عنہا عظیم فی الدین (شرح شفا صفحہ ۲۴)

کسی کافر کو اسلام میں داخل سمجھنا یا مسلمان کو اسلام سے خارج سمجھنا دونوں سخت چیزیں ہیں،

لیکن آج کل اس کے برعکس یہ دونوں معاملے اس قدر سہل سمجھ لئے گئے ہیں کہ کفر واسلام اور ایمان وارتداد کا کوئی معیار اور اصول ہی نہ رہا۔

ایک جماعت ہے جس نے تکفیر بازی کو ہی مشغلہ بنا رکھا ہے۔ ذرا سی خلافِ شرع بلکہ خلافِ طبع کوئی بات سرزد ہوئی اور ان کی طرف سے کفر کا فتویٰ لگا۔ ادنیٰ ادنیٰ فرعی باتوں پر مسلمانوں کو اسلام سے خارج کہنے لگتے ہیں۔ اُدھر ان کے مقابل دوسری جماعت ہے جن کے نزدیک اسلام و ایمان کوئی حقیقت محصلہ نہیں رہتی بلکہ وہ ہر اس شخص کو مسلمان کہتے ہیں جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے خواہ تمام قرآن و حدیث اور احکام اسلامیہ کا انکار اور توہین کرتا رہا ہے ان کے نزدیک اسلام کے مفہوم میں ہر قسم کا کفر کھپ سکتا ہے۔ انہوں نے ہندوؤں اور دوسرے مذاہب باطلہ کی طرح اسلام کو بھی محض ایک قومی لقب بنا دیا ہے کہ عقائد جو چاہے رکھے، اقوال و اعمال میں جس طرح چاہے آزاد رہے، وہ بہرحال مسلمان ہے اور اس کو اپنے نزدیک وسعت خیال اور وسعت حوصلہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

لیکن اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اس کج روی اور افراط و تفریط کے دونوں پہلوؤں سے سخت بیزار ہیں۔ اسلام نے اپنے پیروؤں کے لئے ایک آسمانی قانون پیش کیا ہے جو شخص اس کو ٹھنڈے دل سے تسلیم کرے اور کوئی تنگی اپنے دل میں اس کے ماننے سے محسوس نہ کرے وہ مسلمان ہے اور جو اس قانونِ الٰہی کے کسی قطعی حکم کا انکار کر بیٹھے وہ بلاشبہ و بلاتردد دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کے دائرہ اسلام میں داخل رکھنے سے اسلام بیزار ہے اور اس کے ذریعہ اسلامی برادری کی مردم شماری بڑھانے سے اسلام اور مسلمانوں کو غیرت ہے اور ان چند لوگوں کے

داخل اسلام ماننے سے ہزاروں مسلمانوں کے خارج از اسلام ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے جیسا کہ بہت دفع اس کا تجربہ اور مشاہدہ ہو چکا ہے۔

سوالِ اوّل

کفر و اسلام کا معیار کیا ہے اور کس وجہ سے کسی مسلمان کو مرتد یا خارج از اسلام کہا جا سکتا ہے؟

الجواب!

ارتداد کے معنی لغت میں پھر جانے اور لوٹ جانے کے ہیں۔ اور اصطلاح شریعت میں ایمان و اسلام سے پھر جانے کو ارتداد اور پھرنے والے کو مرتد کہتے ہیں اور ارتداد کی صورتیں دو ہیں۔ ایک تو یہ کہ کوئی کم بخت صاف طور پر تبدیل مذہب کر کے اسلام سے پھر جائے، جیسے عیسائی، یہودی، آریہ سماجی وغیرہ مذہب اختیار کرے یا خداوندِ عالم کے وجود یا توحید کا منکر ہو جائے، یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کر دے۔

دوسرے یہ کہ اس طرح صاف طور پر تبدیل مذہب اور توحید و رسالت سے انکار نہ کرے۔ لیکن کچھ اعمال یا اقوال یا عقائد ایسے اختیار کرے جو انکارِ قرآن مجید یا انکارِ رسالت کے مرادف و ہم معنی ہوں۔ مثلاً اسلام کے کسی ایسے ضروری و قطعی حکم کا انکار کر بیٹھے جس کا ثبوت قرآن مجید کی نص صریح سے ہو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق تواتر ثابت ہوا ہو۔ یہ صورت

بھی باجماع امت ارتداد میں داخل ہے اگرچہ اس ایک حکم کے سوا تمام احکام اسلامیہ پر شدت کے ساتھ پابند ہو۔

ایمان کی تعریف مشہور و معروف ہے جس کے اہم جزو دو ہیں۔ ایک حق سبحانہ وتعالیٰ پر ایمان لانا۔ دوسرا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لیکن جس طرح اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ پر ایمان کے یہ معنی نہیں کہ صرف اس کے وجود کا قائل ہو جائے بلکہ اس کی تمام صفات کاملہ علم، سمع، بصر، قدرت وغیرہ کو اسی شان کے ساتھ ماننا ضروری جو قرآن و حدیث میں بتلائی ہیں۔ ورنہ یوں تو ہر مذہب و ملت کا آدمی خدا کے وجود و صفات کو مانتا ہے۔ یہودی، نصرانی، مجوسی، ہندو سب ہی اس پر متفق ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا بھی یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ آپ کے وجود کو مان لے کہ آپ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ تریسٹھ ۶۳ سال عمر ہوئی فلاں فلاں کام کئے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی حقیقت وہ ہے جو قرآن مجید نے بالفاظ ذیل میں بتلائی ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (سورۂ نساء پ۵)

قسم ہے آپ کے رب کی کہ یہ لوگ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ آپ کو اپنے تمام نزاعات و اختلافات میں حکم نہ بنا دیں اور پھر جو فیصلہ آپ

فرمادیں اس سے اپنے دلوں میں
کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس
کو پوری طرح تسلیم کرلیں۔

روح المعانی میں اسی آیت کی تفسیر سلف سے اس طرح نقل فرمائی ہے:

فقد روی عن الصادق رضی اللہ عنہ انہ قال لوان قوماً عبدوا اللہ تعالیٰ واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وصاموا رمضان وحجوا البیت ثم قالوا الشیٔ صنعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا صنع خلاف ما صنع او وجدوا فی انفسہم لکانوا مشرکین ثم تلاھذہ الاٰیۃ (روح المعانی ص۶۵ ج۵)	حضرت جعفر صادق رضؓ سے منقول ہے کہ اگر کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور نماز کی پابندی کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے مگر پھر کسی ایسے فعل کو جس کا کرنا حضور سے ثابت ہو یوں کہے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا اس کے خلاف کیوں نہ کیا اور اس کے ماننے سے اپنے دل میں تنگی محسوس کرے تو یہ قوم مشرکین میں سے ہے۔

آیت مذکورہ اور اس کی تفسیر سے واضح ہوگیا کہ رسالت پر ایمان لانے کی حقیقت یہ ہے کہ رسول کے تمام احکام کو ٹھنڈے دل سے تسلیم کیا جائے اور اس میں کسی قسم کا پس و پیش یا تردد نہ کیا جائے۔

اور جب ایمان کی حقیقت معلوم ہوگئی تو کفر و ارتداد کی صورت بھی

واضح ہو گئی۔ کیونکہ جس چیز کے ماننے اور تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے۔ اسی کے نہ ماننے اور انکار کرنے کا نام کفر و ارتداد ہے (صرح بہ فی شرح المقاصد) اور ایمان و کفر کی مذکورہ تعریف سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کفر صرف اسی کا نام نہیں کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرے سے نہ مانے بلکہ یہ بھی اسی درجہ کا کفر اور نہ ماننے کا ایک شعبہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احکام قطعی و یقینی طور پر ثابت ہیں ان میں سے کسی ایک حکم کے تسلیم کرنے سے (یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے) انکار کر دیا جائے اگرچہ باقی سب احکام کو تسلیم کرے اور پورے اہتمام سے سب پر عامل بھی ہو۔

تنبیہ :۔ ہاں اس جگہ دو باتیں قابل خیال ہیں اول تو یہ کہ کفر و ارتداد اس صورت میں عائد ہوتا ہے جبکہ حکم قطعی کے تسلیم کرنے سے انکار اور گردن کشی کرے اور اس حکم کے واجب التعمیل ہونے کا عقیدہ نہ رکھے لیکن اگر کوئی شخص حکم کو تو واجب التعمیل سمجھتا ہے مگر غفلت یا شرارت کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کرتا تو اس کو کفر و ارتداد نہ کہا جائے گا اگرچہ ساری عمر ایک دفعہ بھی اس حکم پر عمل کرنے کی نوبت نہ آئے مگر اس شخص کو مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ اور پہلی صورت میں کہ کسی حکم قطعی کو واجب التعمیل ہی نہیں جانتا اگرچہ کسی وجہ سے وہ ساری عمر اس پر عمل بھی کرتا رہے جب بھی کافر مرتد قرار دیا جائے گا۔ مثلاً ایک شخص پانچوں وقت کی نماز کا شدت کے ساتھ پابند ہے مگر فرض اور واجب التعمیل نہیں جانتا یہ کافر ہے اور دوسرا شخص جو فرض جانتا ہے مگر کبھی نہیں پڑھتا اگرچہ فاسق و فاجر اور سخت گناہ گار ہے۔

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے احکام اسلامیہ کی مختلف قسمیں ہوگئی ہیں۔ تمام اقسام کا اس بارہ میں ایک حکم نہیں۔ کفر و ارتداد صرف ان احکام کے انکار سے عائد ہوتا ہے جو قطعی الثبوت بھی ہوں اور قطعی الدلالت بھی قطعی الثبوت ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ ان کا ثبوت قرآن مجید یا ایسی احادیث سے ہو جن کے روایت کرنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر آج تک ہر زمانہ اور ہر قرن میں مختلف طبقات اور مختلف شہروں کے لوگ اس کثرت سے رہے ہوں کہ ان سب کا جھوٹی بات پر اتفاق کر لینا محال سمجھا جاتے (اسی کو اصطلاح میں تواتر اور ایسی احادیث کو احادیث متواترہ کہتے ہیں)

اور قطعی الدلالۃ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو عبارت قرآن مجید میں اس حکم کے متعلق واقع ہوئی ہے یا حدیث متواتر سے ثابت ہوئی ہے وہ اپنے مفہوم مراد کو صاف صاف ظاہر کرتی ہو اس میں کسی قسم کی الجھن یا ابہام نہ ہو کہ جس میں کسی کی تاویل چل سکے۔

پھر اس قسم کے احکام قطعیہ اگر مسلمانوں کے ہر طبقہ خاص و عام میں اس طرح مشہور و معروف ہو جائیں کہ ان کا حاصل کرنا کسی خاص اہتمام اور تعلیم و تعلم پر موقوف نہ رہے بلکہ عام طور پر مسلمانوں کو وراثۃً وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہوں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ کا فرض ہونا، چوری شراب خواری کا گناہ ہونا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا وغیرہ۔ تو ایسے احکام قطعیہ کو ضروریاتِ دین کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور جو اس

درجہ مشہور نہ ہوں وہ صرف قطعیات کہلاتے ہیں ضروریات نہیں۔

اور ضروریات اور قطعیات کے حکم میں یہ فرق ہے کہ ضروریاتِ دین کا انکار باجماع امت مطلقاً کفر ہے ناواقفیت وجہالت کو اس میں عذر نہ قرار دیا جائے گا اور نہ کسی قسم کی تاویل سُنی جائے گی۔

اور قطعیات محضہ جو شہرت میں اس درجہ کو نہیں پہنچے تو حنفیہ کے نزدیک اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی عام آدمی بوجہ ناواقفیت وجہالت کے ان کا انکار کر بیٹھے تو ابھی اس کے کفر وارتداد کا حکم نہ کیا جائے گا۔ بلکہ پہلے اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت احکام میں سے ہے اس کا انکار کفر ہے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ اپنے انکار پر قائم رہے تب کفر کا حکم کیا جائے گا۔

کما فی المسائرۃ والمسامرۃ لابن الھمامؒ ولفظه واما ماثبت قطعًا ولم ابلغ حد الضرورۃ کاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت الصلبیه باجماع المسلمین فظاھر کلام الحنفیه الاکفار بجحدہ بانھم لم لیشتر طوا فی الاکفار سوی القطع فی الثبوت (الی قوله) ویجب حمله

اور جو حکم قطعی الثبوت تو ہو مگر ضرورت کی حد کو نہ پہنچا ہو جیسے (میراث میں) اگر پوتی اور بیٹی حقیقی جمع ہوں تو پوتی کو چھٹا حصہ ملنے کا حکم اجماع امت سے ثابت ہے سو ظاہر کلامِ حنفیہ کا یہ ہے کہ اس کے انکار کی وجہ سے کفر کا حکم کیا جاوے کیونکہ انہوں نے قطعی الثبوت ہونے کے سوا اور کوئی شرط نہیں

علی ما اذا علم المنکر ثبوتہ قطعًا (مسامرہ ص۱۴۹) | لگائی (الی قولہ) مگر واجب ہے کہ حنفیہ کے اس کلام کو اس صورت پر محمول کیا جاوے کہ جب منکر کو اس کا علم ہو کہ یہ حکم قطعی الثبوت ہے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح کفر و ارتداد کی ایک قسم تبدیل مذہب ہے اسی طرح دوسری قسم یہ بھی ہے کہ ضروریات دین اور قطعیاتِ اسلام میں سے کسی چیز کا انکار کر دیا جائے یا ضروریاتِ دین میں کوئی ایسی تاویل کی جائے جس سے ان کے معروف معانی کے خلاف معنی پیدا ہو جائیں۔ اور غرض معروف بدل جائے۔

ضابطہ تکفیر

اس لئے تکفیرِ مسلم کے بارہ میں ضابطہ شرعیہ یہ ہو گیا کہ جب تک کسی شخص کے کلام میں تاویل صحیح کی گنجائش ہو اور اس کے خلاف کی تصریح متکلم کے کلام میں نہ ہو۔ یا اس عقیدہ کے کفر ہونے میں ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف ائمہ اجتہاد میں واقع ہو اس وقت تک اس کے کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے یا کوئی ایسی ہی تاویل و تحریف کرے جو اس کے اجماعی معانی کے خلاف معنی پیدا کر دے تو اس شخص کے کفر میں کوئی تامل نہ کیا جائے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

تتمہ مسئلہ از امداد الفتاوی جلد سادس

یہ کل بیان اس صورت میں تھا جبکہ کسی شخص یا جماعت کے متعلق عقیدہ کفریہ رکھنا یا اقوال کفریہ کا کہنا متیقن طریق سے ثابت ہو جائے لیکن اگر خود اسی میں کسی موقع پر شک ہو جائے کہ یہ شخص اس عقیدہ کا معتقد یا اس قول کا قائل ہے یا نہیں تو اس کے لئے احوط و اسلم وہ طریق ہے جو امداد الفتاویٰ میں درج ہے جس کو بعینہ ذیل میں بطور تتمہ نقل کیا جاتا ہے۔

اگر کسی شخص کے متعلق یا کسی خاص جماعت کے متعلق حکم بالکفر میں تردد ہو خواہ تردد کے اسباب علماء کا اختلاف ہو خواہ قرائن کا تعارض ہو یا اصول کا غموض تو اسلم یہ ہے کہ نہ کفر کا حکم کیا جاوے نہ اسلام کا۔ حکم اول میں تو خود اس کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے اور حکم ثانی میں دوسرے مسلمانوں کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے پس احکام میں دونوں احتیاطوں کو جمع کیا جائے گا۔ یعنی اس سے نہ عقد مناکحت کی اجازت دیں گے نہ اس کی اقتدا کریں گے نہ اس کا ذبیحہ کھائیں گے اور نہ اس پر سیاست کافرانہ جاری کریں گے۔ اگر تحقیق کی قدرت ہو اس کے عقائد کی تفتیش کریں گے اور اس تفتیش کے بعد جو ثابت ہو ویسے ہی احکام جاری کریں گے اور اگر تحقیق کی قدرت نہ ہو تو سکوت کریں گے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں گے اس کی نظیر وہ حکم ہے جو اہل کتاب کی مشتبہ روایات کے متعلق حدیث میں وارد ہے۔

لاتصدقوا اهل الكتاب
ولاتكذبوا هم وقولوا اٰمنّا
بالله وما انزل الينا الاٰية رواه
البخاري۔

نہ اہل کتاب کی تصدیق کرو
نہ تکذیب بلکہ یوں کہو کہ ہم اللہ تعالیٰ
پر ایمان لائے اور اس وحی پر
جو ہم پر نازل ہوئی۔ الخ،

دوسری فقہی نظیر احکام
خنثیٰ کے ہیں یوخذ فیه بالاحوط
والاوثق فی امور الدین وان لا
یحکم بثبوت حکم وقع الشک
فی ثبوته واذا وقف خلف
الامام قام بین صف الرجال
والنساء ویصلی بقناع ویجلس
فی صلاته جلوس المرأة و
یکره له فی حیاته لبس الحلی
والحریر وان یخلوا به غیر
محرم من رجل او امرأة او
یسافر مع غیر محرم من الرجال
والاناث ولایغسله رجل ولا
امرأة وتیمم بالصعید ویکفن
کما یکفن الجاریة وامثاله

خنثیٰ مشکل کے بارہ میں امور
دین میں وہ صورت اختیار کی جاوے
جس میں احتیاط ہو اور کسی ایسی
چیز کے ثبوت کا اس پر حکم نہ کیا جاوے
جس کے ثبوت میں شک ہو۔ اور
جب وہ امام کے پیچھے نماز کی صف
میں کھڑا ہو تو مردوں اور عورتوں
کی صف کے درمیان کھڑا ہو۔ اور
عورتوں کی طرح ڈوپٹہ اوڑھ کر نماز
پڑھے اور قعدہ میں اس طرح بیٹھے
جیسے عورتیں بیٹھتی ہیں اور اس
کے لئے زیور اور ریشمی کپڑا پہننا
مکروہ ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ
کوئی مرد یا عورت غیر محرم اس کے
ساتھ خلوت میں بیٹھے یا ایسے مرد یا

عورت کے ساتھ سفر کرے جو اس کا محرم نہ ہو اور مرنے کے بعد اس کو نہ کوئی مرد غسل دے نہ عورت بلکہ تیمم کرا دیا جاوے اور کفن ایسا دیا جاوے جیسا لڑکیوں کو دیا جاتا ہے اور اسی طرح دوسرا احکام جن کو فقہا نے مفصّل لکھا ہے۔

مما فصله الفقهاء۔ ۱۱ شعبان سنہ ھ۔

خلاصہ رسالہ

مع جواب بعض شبہات

اس معاملہ میں سب سے پہلی بات قابل نظر یہ ہے کہ دائرۂ اسلام سے نکلنے یا کافر ہونے کے لئے اس کا قصد و ارادہ ضروری نہیں۔ شیطان اکبر "ابلیس" نے کافر ہونے کا ارادہ نہیں کیا تھا مگر اس کی حرکت نے اس کو کافر بنا دیا۔ اسی کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے۔

وکان من الکٰفرین

اور تھا وہ کافروں میں سے

قرنِ اول میں مانعین زکوٰۃ اور مسیلمہ کذاب کے متبعین نے بھی ملّت اسلامیہ کو چھوڑا نہیں تھا، مگر باجماع صحابہ، اسلام سے خارج قرار دیئے گئے وجہ یہ ہے کہ اگر تاویل کے ساتھ انکار کرنے کو، مطلقاً انکار و تکذیب سے خارج

قرار دیا جائے تو پھر دنیا میں کوئی بڑے سے بڑا کافر بھی دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ "بت پرست" اور "یہود و نصاریٰ" سبھی کو مسلمان کہنا پڑیگا۔ کیونکہ شیطان ابلیس نے نہ کبھی خدا کا انکار کیا، نہ اس کی خدائی کا، نہ اس کی کسی سنت کا۔ بلکہ اس نے تو صرف غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ وہ تو یہ کہہ سکتا ہے کہ میں "موحد اعظم" ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی اس سرکشی کو تکذیب ہی کے حکم میں رکھ کر کفر عظیم قرار دیا۔ اسی طرح عام بت پرست اپنے بتوں کی پرستش کی کبھی یہ تاویل کرتے ہیں کہ ہم بتوں کو خود خدا نہیں مانتے بلکہ ان کو قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر رضا جوئی کے لئے ان کی عبادت کرتے ہیں۔ خود قرآن کریم نے بت پرستوں کی اس تاویل کو ذکر کر کے ناقابل التفات قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

ومانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفے۔	ہم بتوں کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے قریب کردیں۔

اور کبھی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ بت براہ راست خدا نہیں بلکہ خدا کی ملک ہیں۔ مگر غایت تقرب کی وجہ سے یہ بھی علم و قدرت وغیرہ میں خدا کے شریک ہیں۔ حدیث میں ہے کہ مشرکین عرب، اپنے حج میں بطور تلبیہ کہا کرتے تھے:۔

لا شریک لک الا شریکا ھو لک۔	تیرا کوئی شریک نہیں، بجز اس کے جو تیری ہی ملک ہے یعنی بت وغیرہ

الغرض بت پرست اور مشرکین بھی کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی صریح مخالفت نہیں کرتے بلکہ تاویل کی راہ اختیار کرتے ہیں لیکن قرآن وحدیث نے ایسی تاویلات باطلہ کو تکذیب وانکار ہی کا مرادف قرار دے کر ان سب کو، کافر ہی کہا ہے۔ کیونکہ قرآن وحدیث کی تصریحات دربارۂ توحید لاشریک لک سے کسی فرد کے استثنار کی متحمل نہیں اور لا الٰہ الا اللہ کا عموم اپنے ظاہری معنی پر بلا کسی تخصیص واستثنار کے، امت اسلامیہ کا اجماعی عقیدہ ہے :-

اسی طرح جو شخص آیت :- خاتم النبیین یا حدیث :- لانبی بعدی میں امت مسلمہ کے اجماعی عقیدہ کے خلاف کسی تخصیص واستثنار کی راہ نکالے کہ آپ خاتم الانبیار تو ہیں- اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا مگر بجز اس کے جو ظلی وبروزی طور پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عین یا ظل ہو تو یہ درحقیقت مشرکین عرب کی ایسی تاویل کا چربہ ہے جو وہ الاشریکا ھولک سے کیا کرتے تھے۔

اگر خاتم النبیین اور لانبی بعدی میں تاویلات باطلہ کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھا جائے تو پھر بت پرست اور مشرکین کو، بلکہ ان کے معلم وامام، ابلیس کو بھی دائرۂ اسلام سے خارج یا کافر نہیں کہہ سکتے۔

اور جو لوگ ایسی تاویلات باطلہ کر کے امت کے اجماعی عقائد اور قرآن وحدیث کی واضح تصریحات کی تکذیب کرنے والوں کو امت اسلامیہ سے علیحدہ کرنے کو اس لئے برا سمجھتے ہیں کہ اس سے اسلامی برادری کو نقصان پہنچتا

ہے۔ ان کی تعداد کم ہوتی ہے یا ان میں تفرقہ پڑتا ہے، تو انہیں غور کرنا چاہیئے کہ اگر تفرقہ اور اختلاف سے بچنے کے یہی معنی ہیں کہ کوئی کچھ کیا کرے اور کہا کرے مگر اس کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھا جائے تو پھر ان مٹھی بھر ملاحدہ و زنادقہ سے ملت کو کیا سہارا لگتا ہے؟ ایسی پوچ تاویلات کے ذریعہ تو سارے جہاں کے کافروں کو ملت اسلامیہ میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اگر ایسی ہی رواداری کرنا ہے تو پیٹ بھر کے کی جائے تاکہ دنیا کی ساری قومیں اور سلطنتیں اپنی ہو جائیں اور یہ کفر و ایمان کی جنگ ہی ختم ہو جائے۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس روشن خیالی اور رواداری کے ساتھ قرآن سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔

منکم کافر و منکم مؤمن۔ بعض تم میں کافر ہیں اور بعض تم میں مؤمن ہیں۔

کا اعلان کیا۔ اور جس نے حزب اللہ اور حزب الشیطان کا تفرقہ قائم کیا۔ اور جس کا تقریباً آدھا حصہ کفر اور کفار کے ساتھ جہاد و خلاف سے لبریز ہے۔

یہ کافر بنانا نہیں بتانا ہے

آج کل بہت سے وہ لوگ جو اصول دین سے واقف نہیں ملحدین کے ظاہری نماز روزہ وغیرہ سے متاثر ہو کر ان کو کافر قرار دینے والے علماء پر یہ الزام لگایا کرتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔ مذکور الصدر دلائل

سے واضح ہو گیا کہ وہ کسی کو کافر بتاتے نہیں البتہ جو خود اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر ہو جائے اس کا کافر ہونا مسلمانوں کو بتاتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ تکذیب رسول کی یہ صورت، جس کا نام "زندقہ والحاد" ہے تکذیب وکفر کی بدترین اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے ہر کفر سے زیادہ خطرناک ہے "ابلیس" جیسا کافرِ اکفر، اسی قسم تکذیب کی وجہ سے کافر قرار دیا گیا ہے۔

لیکن یہ تکذیب چونکہ صاف تکذیب کے رنگ میں نہیں ہوتی اس لئے خود مسلمان بھی اس میں اکثر دھوکا کھاتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ اس کا مرتکب، عام شعائرِ اسلام، نماز، روزہ، تلاوت اور قرآن وغیرہ کا پابند ہو۔

اس لئے ضرورت تھی کہ قرآن وحدیث اور اکابر امت کی تصریحات سے اس کی اصل حقیقت کو واضح کیا جائے سو بحمد اللہ اس رسالہ میں اس کی مکمل تفصیل آگئی جس سے واضح ہو گیا کہ اسلام کے قطعی اور یقینی احکام کو بذریعہ تاویلات ان کے منصوص اور اجماعی مفہوم سے پھیر کر اس کے خلاف کسی مفہوم پر محمول کرنا، درحقیقت رسول کی تکذیب ہے۔

اسی کے ضمن میں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حدیث میں جو اہل قبلہ کی تکفیر کو منع کیا گیا ہے۔ اس کا یہ مفہوم نہیں کہ جو قبلے کی طرف منہ کرلے، وہ مسلمان ہے، بلکہ یہ شرع اسلام کا ایک اصطلاحی لفظ ہے، جو صرف ان لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے جو اسلام کے عام

شعائر، نماز وغیرہ مسلمانوں کی طرح ادا کرتے ہوں اور ان سے کوئی قول وفعل ایسا سرزد نہ ہو، جس سے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب ہوتی ہو۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

حررہ العبد الضعیف

محمد شفیع عفا اللہ عنہ

ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ جنوری ۱۹۵۴ء

المعجم

اردو عربی
جدید لغت

عربی زبان سے دلچسپی رکھنے والے حلقوں میں عرصہ سے ایک ایسی جامع لغت کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جس میں اردو الفاظ کا مفہوم جدید عربی زبان میں منتقل کیا گیا ہو اور جس سے اردو خواں حضرات اور مدارس کے طلباء کے لئے عربی زبان دانی آسان ہو جائے اور عربی زبان کے ضروری الفاظ۔ اصطلاحات و تعبیرات اور عربی اخبارات و رسائل کے جدید الفاظ سے بخوبی واقفیت اور ترجمہ و انشاء پر عبور حاصل ہو سکے۔

خدا کا شکر ہے کہ دار الاشاعت کراچی نے ماہرین عربی سے ایک ایسی لغت تیار کرائی ہے جو ہم شائقین عربی زبان کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں جس کی درج ذیل خصوصیات ہیں۔

خصوصیات

۱۔ مقدمہ از مفتی محمد شفیع جس میں لغت کی تاریخ اور اصول لغت پر بحث کی گئی ہے
۲۔ پینتیس ہزار سے زیادہ اردو الفاظ کے ہم معنیٰ عربی الفاظ درج کئے گئے ہیں۔
۳۔ الفاظ مترادفہ کا نہایت جامع ایک پورا رسالہ شاملِ اشاعت ہے۔
۴۔ اردو محاورات و ضرب الامثال کے ہم معنیٰ عربی محاورات و امثال درج ہیں۔
۵۔ ایسے الفاظ کی مکمل فہرست جو دوسری زبانوں سے عربی میں آئے ہیں۔ از سید ... ندوی
۶۔ مذکر و مونث کے قواعد اور کنیتوں کی نہایت جامع فہرست دی گئی ہے۔

ان خوبیوں نے اس لغت کو طلباء، اور شائقین عربی مدارس اور لائبریریوں کے لئے ناگزیر بنا دیا ہے۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ سفید کاغذ، مضبوط جلد اور حسین گرد پوش کے ساتھ قیمت صرف ۱۲/۰

قیمت ۱۲/۷۵

ملنے کا پتہ

ادارۃ المعارف ڈاکخانہ دار العلوم کراچی ۱۴

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کی شہرۂ آفاق تفسیر

معارف القرآن

اردو میں اپنے طرز کی پہلی عام فہم تفسیر جس کا مطالعہ آپکو قرآن کریم کی عظمتوں سے آشنا کریگا اور جسکے ذریعہ آپ زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن سے بہترین رہنمائی حاصل کر سکیں گے

ترجمہ:۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رح
خلاصۂ تفسیر:۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
معارف و مسائل: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم

قرآن کریم کے حقائق و معارف سمجھنے کیلئے ایک ناگزیر کتاب جو زندگی بھر آپ کی رہنمائی کرے گی۔

جلد اول:	سورۂ فاتحہ و بقرہ	صفحات	۶۳۶	قیمت	۳۶/-
״ دوم:	سورۂ آل عمران و نساء	״	۶۲۸	״	۳۶/-
״ سوم:	سورۂ مائدہ تا انعام	״	۶۴۰	״	۳۶/-
״ چہارم:	سورۂ اعراف تا سورۂ ہود	״	۶۸۰	״	۳۶/-
״ پنجم:	سورۂ یوسف تا سورۂ کہف	״	۶۵۲	״	۳۶/-
״ ششم:	سورۂ مریم تا سورۂ روم	״	۷۵۶	״	۴۰/-
״ ہفتم:	سورۂ لقمان تا احقاف	״	۸۱۶	״	۴۰/-
״ ہشتم:	محمد تا الناس	״	۸۵۶	״	۴۰/-

عمدہ کاغذ آفسٹ کی دلآویز کتابت و طباعت اور پلاسٹک کور کے ساتھ دلکش جلد

ادارۃ المعارف ڈاکخانہ دارالعلوم کراچی ۱۴